42

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا 35واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

22 تا 28 جمادی الاولیٰ 1448ھ/3 تا 9 نومبر 2026ء

اس شمارے میں

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی!

دین میں پردے اور حیاء کے احکام

سیرت النبی ﷺ اور فلسفۂ انقلاب

بدر MOU اور ایران کے ساتھ مذاکرات

سالانہ اجتماع: اہمیت، ضرورت اور تقاضے

ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لیے

سالانہ اجتماع کی اہمیت اور تقاضے

سالانہ اجتماع محض لوگوں کے جمع ہونے، تقاریر سننے یا چند رسمی سرگرمیوں کا نام نہیں، بلکہ یہ اپنے ایمان کو تازہ کرنے، اپنے مقصد کو سمجھنے، اپنی کمزوریوں کا جائزہ لینے، باہمی تعلقات مضبوط کرنے اور آئندہ کے لیے عملی منصوبہ بندی کرنے کا ایک اہم موقع ہے۔ سالانہ اجتماع ہمیں یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں، باہمی اختلافات کو حکمت سے حل کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ اخوت و محبت کا معاملہ کریں۔ انسان روزمرہ کی مصروفیات میں کبھی اپنے اصل مقصد سے غافل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی دوڑ، کاروبار، ملازمت اور گھریلو ذمہ داریاں اُس کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ایسے میں دینی اجتماعات انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی اور نیک اعمال کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ سالانہ اجتماع ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد صرف ذاتی ترقی، معاشی کامیابی یا دنیاوی مفادات نہیں، بلکہ اللہ کی رضا اور اُخروی نجات حاصل کرنے کے لیے اور اپنی ذات، خاندان، معاشرے اور اہل اقتدار کو نصح و خیر خواہی کے جذبہ سے نیکی کی طرف بلانا اور برائی سے روکنا ہے۔ پھر یہ کہ غلبۂ دین کی مسلسل جدوجہد کے نتیجے میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی قائم کرنے کی بھرپور سعی کرنا ہے۔

سالانہ اجتماع دعوت، تربیت اور اصلاح کے جذبے کو تازہ کرنے کا موقع ہے۔ سالانہ اجتماع رفقاء کو سیکھنے، تجربات کے تبادلے، اپنی کمزوریوں کو پہچاننے اور بہتر انداز میں ذمہ داریاں ادا کرنے کا موقع دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اجتماعات کو ایمان کی تازگی، کردار کی تعمیر، امت کے اتحاد، انسانیت کی خدمت اور نیکی کے فروغ کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو خالص فرمائے، ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے اور ہمیں اپنے دین کی تعلیمات پر خود بھی عمل کرنے، انہیں دوسروں تک پہنچانے اور اس کی بنیاد پر اللہ کی زمین پر اللہ کے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

فرید اللہ مروت
رکن مجلس ادارت

مسجد اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!



احکامِ الٰہیہ کی تنفیذ، نظامِ کائنات اور اللہ تعالیٰ کی ''تدبیرِ امر''

الھدیٰ 1206

سُوْرَۃُ السَّجْدَہ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیت: 5

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝

آیت ۵: ﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ﴾ ''وہ تدبیر کرتا ہے اپنے امر کی آسمان سے زمین کی طرف''

کائنات کے انتظامی امور کی منصوبہ بندی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہزار سال کے حساب سے کی جاتی ہے' جیسا کہ اگلے جملے میں واضح کیا جا رہا ہے کہ اللہ کا ایک دن ہمارے ہزار سال کے عرصے کے برابر ہے۔ اس منصوبہ بندی کے اندر ''لیلۃ القدر'' گویا انسانی کیلنڈر کے حساب سے متعلقہ سال کے بجٹ سیشن کا درجہ رکھتی ہے۔ اس سالانہ بجٹ میں فیصلے کیے جاتے ہیں کہ متعلقہ سال کے اندر دنیا میں انسانوں کے لیے کون کون سے امور کس کس طرح نمٹائے جائیں گے۔ انہی فیصلوں کی تعمیل و تنفیذ کے لیے آسمانوں سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے جس کا ذکر سورۃ القدر میں آیا ہے۔

﴿ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ﴾ ''پھر وہ (امر) چڑھتا ہے اُس کی طرف''

پھر فرشتے ان احکام کی تعمیل سے متعلق اپنی اپنی رپورٹس اللہ کے حضور پیش کرتے ہیں۔

﴿فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝﴾ ''(یہ سارا معاملہ طے پاتا ہے) ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار برس ہے۔''

یہ مضمون اپنی اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم میں دو مرتبہ آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحج میں کفار کی طرف سے عذاب کی جلدی مچانے کے جواب میں یوں وضاحت فرمائی گئی: ﴿وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝﴾ ''اور یقیناً ایک دن آپؐ کے رب کے نزدیک ایک ہزار برس کی طرح ہے جیسے تم لوگ گنتی کرتے ہو''۔ جبکہ یہاں اللہ تعالیٰ کی ''تدبیرِ امر'' کے سلسلے میں ایک بنیادی اصول کے طور پر بتایا گیا ہے کہ اللہ کے ہاں جو فیصلے ہوتے ہیں اُن کی منصوبہ بندی ایک ہزار سال کے عرصے کے مطابق کی جاتی ہے۔



درسِ حدیث

متکبر کا آخرت میں انجام!

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ؓ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((یُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ أَمْثَالَ الذَّرِّ فِیْ صُوَرِ النَّاسِ، یَعْلُوْهُمْ كُلُّ شَیْءٍ مِنَ الصَّغَارِ، یُسَاقُوْنَ إِلٰی سِجْنٍ فِی النَّارِ یُقَالُ لَهُ بُوْلَسُ، یَعْلُوْهُمْ نَارُ الْأَنْیَارِ، یُسْقَوْنَ مِنْ طِیْنَةِ الْخَبَالِ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ)) (رواہ الترمذی)

سیدنا عبداللہ بن عمرو ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بات ارشاد فرمائی: ''قیامت کے دن تکبر کرنے والوں کو انسانوں کی شکل میں، چھوٹی چیونٹیوں کی شکل میں، دوبارہ زندہ کیا جائے گا ہر چھوٹی چیز بھی اُن سے بڑی ہوگی (یا ان کے اوپر سے گزر جائے گی) پھر انہیں ہانک کر جہنم میں موجود قید خانے کی طرف لے جایا جائے گا جس کا نام بولس ہے۔ ان پر لکڑیوں کی آگ غالب آ جائے گی۔ اور انہیں اہل جہنم (کے خون اور پیپ وغیرہ) کا نچوڑ پلایا جائے گا۔''

تشریح: اس حدیث میں تکبر کی مذمت بیان کی گئی ہے، ہر وہ شخص متکبر ہے جو حق کو ٹھکراتا ہے اور لوگوں کو حقیر سمجھتا ہے۔ متکبر کے لیے جہنم میں ایک جیل تیار کی گئی ہے جس کا نام بولس ہے۔ اگر اللہ رب العالمین کسی انسان پر مہربانی کرتے ہوئے کسی نعمت سے نوازے تو اُسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، لیکن افسوس کہ اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعام کے بعد وہ اللہ تعالیٰ ہی کے خلاف بغاوت پر اُتر آتا ہے اور تکبر کرتا ہے۔ روزِ قیامت متکبر کو چیونٹی کی مثل جسم دیا جائے گا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہمیں تکبر سمیت تمام باطنی، روحانی اور اخلاقی گناہوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
22 تا 28 جمادی الاولیٰ 1448ھ جلد 35
3 تا 9 نومبر 2026ء شمارہ 42
مدیر مسئول: شجاع الدین شیخ
مدیر اعزازی: حافظ عاکف سعید
مدیر: رضاء الحق
مجلس ادارت: • فرید اللہ مروت • محمد رفیق چودھری • وسیم احمد باجوہ • خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: سکریٹری دین حق ٹرسٹ لاہور
مطبع: آر آر پرنٹرز، سگیاں روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوک لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36 کے ناول ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 30 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرون ملک ..... 1,200 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (32,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (24,000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
رضاء الحق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی!

فرانس سمیت یورپ کے متعدد ممالک میں اکتوبر 2026ء کے دوران جاری احتجاجی مظاہرے، پُرتشدد تصادم، لوٹ مار اور سرکاری و نجی املاک کو پہنچنے والا نقصان محض چند حکومتی پالیسیوں کے خلاف عوامی ردِعمل نہیں، بلکہ اس گہرے بحران کی علامت ہے جس نے جدید مغربی معاشرے کے سیاسی، معاشی، سماجی و تہذیبی اور اخلاقی ڈھانچے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ فرانس میں طلبہ کی جانب سے تعلیمی اداروں کی خراب صورتِ حال اور ناکافی وسائل کے خلاف شروع ہونے والی تحریک نے مہنگائی، ایندھن کی بڑھتی ہوئی قیمتوں، روزگار کے عدم تحفظ اور ریاست کی طرف سے ملنے والی عوامی خدمات (benefits) کے زوال کے خلاف وسیع تر احتجاج کی شکل اختیار کر لی ہے۔ 17 اکتوبر کو ہونے والے مظاہروں کے دوران بڑے پیمانے پر توڑ پھوڑ اور لوٹ مار بھی ہوئی، جبکہ 24 اکتوبر کو فرانس بھر میں تقریباً چار لاکھ دس ہزار افراد نے دوبارہ مظاہروں میں شرکت کی۔ حکومت نے 31 اکتوبر کے لیے مزید احتجاج اور 5 نومبر کے لیے ملک گیر ہڑتال کی تیاریوں کے باعث دباؤ برقرار رہنے کا اعتراف کیا ہے۔ چلو فرانس حکومت نے بھاری دباؤ کا اعتراف تو کیا..... ہمارے ہاں ایسا ہوتا تو جیل، جبر اور 'سوفٹ ویئر اپڈیٹ' ہی ملتی! بہرحال فرانس کی صورتِ حال ایک بنیادی سوال پیدا کرتی ہے: کیا ہم چند عارضی احتجاجی تحریکوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں یا ایک ایسے عالمی نظام کے خلاف عوامی اضطراب کا اظہار دیکھ رہے ہیں جو سیاسی آزادیوں کے بلند بانگ دعووں کے باوجود معاشی انصاف، سماجی تحفظ اور انسانی وقار کی ضمانت دینے میں ناکام رہا ہے اور مزید ناکام ہوتا جا رہا ہے؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے ضروری ہے کہ واقعات کی سطحی تصویر سے آگے بڑھ کر ان کے بنیادی اسباب اور باہمی تعلقات کا جائزہ لیا جائے۔

فرانس کی موجودہ احتجاجی لہر کو صرف ایک سبب تک محدود کرنا درست نہیں ہوگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حقیقی اور باطنی سطح پر احتجاج کا سبب عوام کے اذہان، قلوب اور خصوصاً روح کی وہ بے چینی ہے جو "سیکولرازم" اور "لبرل ازم" کا تحفہ ہے اور اس خلا کو صرف اللہ کا دیا ہوا دین ہی پورا کر سکتا ہے۔ ظاہری سطح پر بہرحال مہنگائی، قوتِ خرید میں کمی، ایندھن اور خوراک کی بڑھتی ہوئی قیمتیں، رہائش کا بحران، تعلیمی اداروں میں سہولتوں کی کمی اور سرکاری خدمات پر دباؤ اس بے چینی کے نمایاں اسباب ہیں اور اب تو مختلف پیشوں سے وابستہ افراد، مزدور تنظیمیں، کسان اور ماضی کی تحریکوں کے کارکنان بھی اس احتجاج میں بڑے پیمانے پر شریک ہو چکے ہیں۔ تاہم، ان مسائل کی شدت اس وقت زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی ہے جب عام شہری یہ محسوس کرنے لگیں کہ ریاستی ادارے ان کے مسائل حل کرنے کے بجائے اشرافیہ کے مفادات کے تحفظ میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ جب حکومتیں عوام سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہیں، لیکن معاشی اور سیاسی طاقت کے مراکز اپنی مراعات برقرار رکھتے ہیں، تو معاشی شکایت رفتہ رفتہ سیاسی بے اعتمادی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

ہمارے اس تجزیہ میں اگر کسی معاملے میں ہماری 79 سالہ تاریخ سے مماثلت بنتی ہے تو اُسے اتفاقیہ ہی سمجھیں۔ فرانس سے باہر بھی یورپ میں بے چینی کی متعدد صورتیں سامنے آئی ہیں۔ اکتوبر 2026ء میں اٹلی اور بیلجیم میں احتجاجی سرگرمیوں، اسپین اور پرتگال میں ناقابلِ برداشت رہائشی اخراجات کے خلاف تحریکوں، اور البانیہ میں حکومت پر بدعنوانی کے الزامات کے خلاف شدید مظاہرے ہوئے۔ گویا نام نہاد 'ترقی یافتہ' یورپ کے عوام خصوصاً نوجوان نسل کو تعلیم اور روزگار کے مستقبل کے بارے میں غیر یقینی صورتِ حال کا سامنا ہے، جبکہ مہنگائی اور رہائش کے اخراجات نے متوسط اور کم آمدنی والے طبقات پر دباؤ بڑھا دیا ہے۔ مغربی ممالک دنیا بھر میں جمہوریت، آزادیٔ اظہار اور انسانی حقوق کے علم بردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اپنے ہاں جب احتجاج ان کی معاشی ترجیحات یا خارجہ پالیسیوں کو چیلنج کرنے لگتا ہے تو انہی اصولوں کے ڈنکے کی چوٹ پر پرخچے اُڑا دیے جاتے ہیں۔

یورپی کونسل کے کمشنر برائے انسانی حقوق نے 23 اکتوبر کو واضح کیا کہ چند افراد کے تشدد کو بنیاد بنا کر پورے پُرامن اجتماع کو منتشر کرنا یا اس پر عمومی پابندی لگانا درست نہیں۔ وطنِ عزیز میں ہم بھی ایسے اداروں کو ترستے رہے ہیں اور شاید اُن کی راہ ہی تکتے رہیں گے۔ یورپ میں بڑھتے ہوئے عوامی اضطراب کا ایک پیمانہ فلسطین کے حق میں مظاہرے تھے۔ اکتوبر میں لندن، برلن، ڈبلن اور دیگر یورپی شہروں میں فلسطینی عوام کے حق میں بڑے اجتماعات ہوئے۔ فرانس میں بھی فلسطینی پرچم بعض احتجاجی اجتماعات میں نمایاں دکھائی دیئے۔

یہ امر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فلسطین کا مسئلہ اب محض مشرقِ وسطیٰ کا تنازع نہیں رہا، بلکہ مغربی معاشروں میں بھی انصاف، نوآبادیاتی تاریخ، انسانی حقوق اور ریاستی طاقت کے استعمال کے بارے میں بحث کا حصہ بن چکا ہے۔ ایسے میں ٹرمپ نے ایک نئی چھوڑی۔ موصوف نے 6 اکتوبر کو فرانس کے طلبہ احتجاج کو اسلام اور بے قابو ہجرت سے جوڑتے ہوئے دعویٰ کیا کہ یہ تحریک دراصل تعلیمی مسائل کے بجائے اسلام کے فرانس پر غالب آنے کی کوشش ہے۔ انہوں نے فرانس میں بدامنی کو مہاجرین سے منسوب کرتے ہوئے سرحدیں بند کرنے کا مطالبہ کیا۔ فرانسیسی حکام نے ان دعووں کو بے بنیاد قرار دیا، کیونکہ سب جانتے ہیں کہ ٹرمپ کی باتوں کا یقین ممکن نہیں اور وہ ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کا ہی لایا ہوا ایک شخص ہے۔ اسرائیلی وزیرِ اعظم بنیامین نتن یاہو نے بھی فرانس کی بدامنی کو اسلام پسند عناصر اور فلسطین کی حمایت سے جوڑنے کی کوشش کی۔

حقیقت یہ ہے کہ ٹرمپ، نتن یاہو اور بھارتی وزیرِ اعظم نریندر مودی کی سیاست میں ایک مشترکہ سیاسی طریقہ کار دیکھا جا سکتا ہے: قوم پرستی، قومی سلامتی اور تہذیبی شناخت کے بیانیے کو سیاسی حمایت مجتمع کرنے کے لیے استعمال کرنا، اور مسلمانوں کو بیک فٹ پر لانے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔ مغربی ممالک میں دائیں بازو کی انتہا پسند سیاست کا بڑھتا ہوا اثر مسلمانوں کے لیے واقعی تشویش ناک ہے۔ البتہ ایک بات تو پتھر پر لکیر کی طرح دکھائی دیتی ہے۔ اسرائیل اُس موڑ پر کھڑا ہے کہ جلد اُس نے دنیا کی قیادت سنبھالنی ہے، جس کے لیے وہ ہر طرح کے اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرے گا اور یورپ، امریکی اور عالمِ عرب و دیگر اہم مسلم ممالک کو کمزور سے کمزور کرے گا۔ اور یوں یورپ میں بھی 'عرب سپرنگ' کی طرح کی 'یورپ سپرنگ' شروع ہو جانا بعید القیاس نہیں۔

ناجائز صہیونی ریاست اسرائیل کے حالیہ الیکشن پر ہم اس لیے تفصیلی کلام کرنا ضروری نہیں سمجھتے کہ چاہے نتن یاہو پھر کامیاب ہو جائے یا اُس کا مخالف، اسرائیل کے ابلیسی منصوبے تیزی سے آگے ہی بڑھتے رہیں گے۔ مسلم دنیا کے لیے مغربی احتجاجی تحریکوں میں ایک اہم و بنیادی سبق یہ ہے کہ محض نظام سے ناراضی اور ایسے 'معاہدے' کرنا جن کا سر پیر ہی نہ ہو کافی نہیں؛ ایک حقیقی عادلانہ متبادل کا تصور، اس کے لیے علمی تیاری، اخلاقی کردار اور منظم اجتماعی جدوجہد بھی ضروری ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے معاشی عدل، دولت کی منصفانہ گردش، کمزوروں کے حقوق، حکمرانوں کی جواب دہی اور اجتماعی مشاورت محض سیاسی نعرے نہیں بلکہ دینی تقاضے ہیں۔ ہمارا دین تمام انسانیت کو ان تمام معاملات میں ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔ جہاں تک فرانس اور اہلِ مغرب کا تعلق ہے، تو اُن کے لیے علامہ اقبال کا یہ شعر ہی کافی ہے:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

✿✿✿

معتبر ملکی اور بین الاقوامی میڈیا اور خود وفاقی وزارتِ اطلاعات کے مطابق وزیرِ اعظم پاکستان شہباز شریف صاحب نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 81ویں اجلاس کے دوران امریکہ ہی میں بل گیٹس (Bill Gates) سے مل کر پاکستان میں ''زرعی اصلاحات'' کے نام پر جی ایم او (GMO) یعنی Genetically Modified Organisms کے بیجوں کا مکمل ٹھیکہ دینے کی یقین دہانی کرائی۔ پھر لندن پہنچ کر ایک اجلاس میں بدنامِ زمانہ یہودی روتھشیلڈ (Rothschild) خاندان کی کمپنی روتھشیلڈ اینڈ کو (Rothschild & Co) کے اعلیٰ عہدیداروں سے ملاقات کی، علاوہ ازیں لندن ہی میں دنیا میں جنگ و جدل کا ایندھن فراہم کرنے اور ممالک کو سودی قرضہ میں جکڑنے والی کمپنی بلیک راک (Black Rock) کے اعلیٰ عہدے داران سے بھی ملاقات کی۔ یہ ملاقاتیں انتہائی تشویشناک اور شرمناک ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر پاکستان کی زراعت کو ملٹی نیشنلز کے حوالے کر دیا گیا تو یہ پاکستان کے چھوٹے کاشت کار کو مارکیٹ سے باہر کرنے کا موجب بنے گا۔ مغرب کی بڑی کمپنیاں جی ایم او (GMO) بیجوں کو فروخت کریں گی بلکہ اس ساری مارکیٹ کو ہی سنبھال لیں گے۔ پھر لندن میں روتھشیلڈ اینڈ کو (Rothschild & Co) کے اعلیٰ عہدیداروں سے ملاقات، جس میں پاکستان نے جیو معاشی ترجیحات، کیپیٹل مارکیٹس اور معیشت میں مشاورتی تعاون کا عندیہ دیا ہے انتہائی تشویش ناک ہے۔ لندن میں ہی وزیرِ اعظم پاکستان نے کئی بڑے کمرشل بینکوں کے اعلیٰ عہدے داران سے بھی ملاقات کی، گویا مزید سودی قرضہ حاصل کرنے کے لیے کشکول ایک بار پھر نکال لیا گیا ہے۔ لندن میں بلیک راک (Black Rock) کے عہدے داران سے ملاقات میں وزیرِ اعظم پاکستان نے فرنٹیئر مارکٹس (Frontier Markets) میں بلیک راک (Black Rock) کمپنی کو سرمایہ کاری کی دعوت دے کر اور معیشت کی بہتری کے لیے ہر ممکن تعاون کی درخواست کر کے غنڈوں اور بدمعاشوں کے لیے راستے کھول دیئے ہیں۔ جب ہماری خوراک کا قبضہ بل گیٹس (Bill Gates) کے پاس ہوگا اور ملکی معیشت کے فیصلے روتھشیلڈ اینڈ کو (Rothschild & Co) اور بلیک راک (Black Rock) کریں گے، تو عالمی استعمار کے ان نمائندوں کی ایک گولی چلائے بغیر ہی پاکستان کی خوراک اور معیشت پر مکمل اجارہ داری قائم ہو جائے گی۔ جس سے اُن پاکستان دشمن قوتوں کو کھل کھیلنے اور مملکتِ خداداد پاکستان کو خدانخواستہ نقصان پہنچانے کا موقع مل جائے گا۔ حکومتِ پاکستان کو چاہیے کہ بل گیٹس سے پاکستان میں GMO کے فروغ کے لیے بات چیت بند کرے۔ روتھشیلڈ/ بلیک راک جیسے دشمنوں سے کوئی معاہدہ یا تعلق قائم نہ کیا جائے۔ بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے معدنی ٹھیکے اوپن بڈنگ سے مکمل شفاف ہوں اور صوبوں کے عوام کو وسائل اور آمدنی میں سے ان کا حق دیا جائے تاکہ اُن کی ناراضگی بھی کم ہو اور وہ ملکی ترقی میں حصہ دار بھی بنیں۔ ہمارے نزدیک پاکستانی معیشت کے مسائل کا اصل اور واحد حل اسلامی نظامِ عدلِ اجتماعی کا نفاذ ہے۔ رہا کافوری خاتمہ ہی امن، سلامتی اور خوشحالی کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ حکومت اور ریاستی اداروں کو دینِ اسلام کے مطابق فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

✿✿✿

دین میں پردے اور حیاء کے احکام

(قرآن واحادیث کی روشنی میں)



مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس، کراچی میں امیرِ تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 23 اکتوبر 2026ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

مرتب: ابو ابراھیم

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

گزشتہ جمعہ کو ہم نے پردے کے احکام کے بارے میں سات قرآنی آیات کا مفہوم سمجھا تھا۔ آج کی نشست میں انہی آیات کے ذیل میں اور انہی عنوانات کے تحت چند احادیث مبارکہ پیش کرنا مقصود ہے۔ ان احادیث کی روشنی میں ہم دیکھ سکتے ہیں کہ دین کے ہم سے تقاضے کیا ہیں اور ہم آج کس طرف جا رہے ہیں۔ احادیث بھی وحی کا حصہ ہیں (وحی غیر متلو) اور قرآن کی تشریح ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (النحل) ''(ہم نے انہیں بھیجا) کھلی نشانیوں اور کتابوں کے ساتھ اور ہم نے نازل کیا آپؐ کی طرف الذکر تاکہ آپؐ واضح کر دیں لوگوں کے لیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے اُن کی جانب اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔''

قرآن کو اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف محض ذوقِ جمع آوری کاپی کے لیے نہیں بھیجا کہ گھر میں رکھ دیں بلکہ سیکھنے، پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ یہ حضور ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہوا، آپ ﷺ کی زبان مبارک سے جاری ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیکھا، حفظ کیا اور اُمت تک پہنچایا۔ قرآن کی تشریح احادیث کے ذریعے بھی ہوگی۔ وہ طبقہ جو احادیث کو حجت و دلیل ماننے سے انکار کرے، وہ بڑی گمراہی پر ہے۔ سورۃ النجم میں فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ ''اور یہ (جو کچھ کہہ رہے ہیں) اپنی خواہش نفس سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ یہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔''

ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی۔ عام الفاظ میں ہم اس کو سنت یا حدیث کہتے ہیں۔ سورۃ المومنون کی پہلی گیارہ آیات میں جنت پانے والوں کی صفات کا ذکر آیا ہے۔ وہیں اللہ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝﴾ ''اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اس حکم کی تشریح احادیث کے ذریعے ہوگی کہ اپنی شرم و حیاء اور ایمان کی حفاظت کس طرح کرنی ہے۔ اس میں ستر و حجاب کے احکام بھی شامل ہیں، حیاء، ایمان، لباس، گھروں میں داخل ہونے، محرم اور نامحرم کی تمیز اور علیحدگی (segregation of sexes)، گھروں میں پردے کا اہتمام، گھر سے باہر پردے کی نوعیت سمیت وہ تمام احکام شامل ہیں جو احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔ گزشتہ جمعہ کو ہم نے سورۃ النور کی آیت نمبر 27 کا مطالعہ کیا تھا جس میں گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے اور بات کرنے کے طریقے کے متعلق احکام بیان ہوئے۔ اس حکم کی تشریح میں پہلی حدیث سنن ابی داؤد سے پیش خدمت ہے۔ حدیث کے مطابق اللہ کے رسول ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ ﷺ کسی کے گھر جاتے تو دروازے کے عین سامنے کھڑے نہ ہوتے۔ اس کی ایک حکمت ہے۔ اگر کوئی نامحرم خاتون اندر سے آئے تو بے پردگی نہ ہو جائے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ دستک دینے کے بعد دروازے کی اوٹ میں ذرا ہٹ کے کھڑے ہو جاتے۔

اسی طرح بخاری شریف میں حدیث ہے کہ جب کسی کے گھر جاؤ تو زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ پکارو! آج کل گھنٹی بجاتے ہیں لیکن اُس وقت آواز دے کر پکارا جاتا تھا۔ اگر تین مرتبہ پکارنے کے باوجود بھی گھر سے کوئی جواب نہ آئے تو واپس پلٹ جاؤ۔ سورۃ النور کی ایک آیت میں بھی ہے:

﴿هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ﴾ (آیت:28)

''یہ طریقہ تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہے۔'' اور کبھی گھر والے گھر پر موجود بھی ہوں لیکن کسی وجہ سے ملاقات نہ کرنا چاہتے ہوں تو بھی واپس چلے جاؤ۔ آج تو سمارٹ فون کا دور ہے، ملاقات کا وقت پہلے سے طے کیا جا سکتا ہے۔ بغیر اطلاع دیئے اگر آپ ملاقات کے لیے گئے، لیکن گھر والے ملنا نہیں چاہتے تو واپس چلے جانا بہتر ہے۔ اگلی حدیث مبارکہ سنن ابی داؤد سے ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص بالکل دروازے کے سامنے کھڑا ہو کر گھر میں داخلے کی اجازت مانگ رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اجازت لینے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ گھر کے اندر موجود افراد پر اچانک نظر نہ پڑے۔ لہٰذا احمد راہٹ کے کھڑے ہو کر اجازت مانگو۔ سنن ابی داؤد کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب نگاہ (گھر میں) داخل ہو گئی تو پھر خود (گھر میں) داخل ہونے کے لیے اجازت مانگنے کی کیا تک ہے؟ سنن ابی داؤد کی ہی روایت میں ہے کہ ایک شخص دروازے پر کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا: علی میں داخل ہو جاؤں؟ آپ ﷺ نے اس کو طریقہ بتایا کہ اللہ کے بندے ایسے اجازت طلب نہیں کرتے۔ پہلے السلام علیکم کہتے ہیں۔ پھر اپنا تعارف کرواتے ہیں اور پھر اجازت

طلب کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک شخص سلام کیے بغیر یونہی آ کر بیٹھ گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ باہر جاؤ اور سلام کر کے اندر آؤ۔ اسی طرح ایک شخص نے دروازے پر دستک دی، آپ ﷺ نے پوچھا: کون؟ جواب آیا: میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اتنا کافی نہیں ہے، اپنا نام بتاؤ۔ ان ساری تعلیمات کا مقصد حیاء کی حفاظت کرنا سکھانا تھا۔ اس مقصد کو سامنے رکھیے تو بہت سے احکامات کی حکمتیں ہم پر واضح ہو جائیں گی۔ جیسا کہ اپنے گھر میں بھی داخل ہوں تو پہلے اجازت طلب کریں۔ ایک شخص نے پوچھا: میری والدہ گھر میں اکیلی ہوتی ہیں۔ کیا میں اپنی والدہ کے پاس جاتے وقت بھی اجازت طلب کروں۔ فرمایا: ہاں! جب گھر میں داخل ہو تو اجازت طلب کرو۔ فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ تم اپنی والدہ کو کسی بے لباسی کی کیفیت میں دیکھو۔ اس تعلیم میں حکمت یہ ہے کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے اگر اجازت لی جائے گی تو گھر کی خواتین اپنے ستر یا پردے کا اہتمام کر لیں گی۔ سورۃ النور کی آیت 31 میں باقاعدہ تعلیم ہے کہ گھر میں موجود خواتین بھی اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اپنے شوہر کے۔ قریبی محرم رشتے جن کا ذکر اس آیت میں آیا اُن کے سامنے بھی عورت کا مکمل ستر پوشی کرنا لازم ہے۔ سورۃ النور کی ان آیات میں مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے اپنی نگاہوں کی حفاظت کا حکم بھی آیا۔ اس کی تفصیل بھی احادیث میں آئی ہے۔

مسند احمد اور جامع ترمذی میں مشہور روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: "اے علی! ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا۔ پہلی نگاہ جو بلا ارادہ پڑ گئی وہ معاف ہے مگر دوسری نگاہ نہیں جانی چاہیے۔"

بدقسمتی سے آج کچھ شر پسند لوگ حدیث کا مذاق اُڑا کر اپنی آخرت خراب کر رہے ہیں۔ نظروں کا غلط استعمال کرنے کے بعد بھی کہتے ہیں کہ ہم نے ایک نظر ہی دیکھا ہے۔ استغفر اللہ۔ ایسے لوگ اپنی آخرت کی خیر منائیں۔ حدیث کا مفہوم تو یہ ہے کہ غیر ارادی طور پر اگر نگاہ پڑے تو اسے فوراً ہٹا لیا جائے اور دوسری مرتبہ نہ دیکھا جائے۔ کیونکہ دوسری مرتبہ اگر نگاہ ڈالی تو وہ ارادتاً ہوگی۔ حضرت جریرؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! اگر اچانک نگاہ پڑ جائے تو کیا کروں؟ فرمایا: فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو۔ جن کو آخرت مطلوب ہے اُن کے لیے یہ کوئی مشکل معاملہ نہیں ہے لیکن جن کا ایمان کمزور ہے اور آخرت کی طلب نہیں ہے اُن کے لیے دین پر عمل کرنا مشکل ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی جنت مشکلات اور مصائب سے گھری ہوئی ہے اور جہنم آسانیوں، لذتوں اور خواہشات سے گھری ہوئی ہے۔ جو لوگ لذتوں اور خواہشات کے پیچھے بھاگیں گے وہ آخر میں جہنم کے گھڑے میں گریں گے۔

اگلی حدیث مسند احمد کی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑے اور وہ نگاہ ہٹا لے تو اللہ اس کی عبادت میں لطف اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔

آج اگر ہمارا نماز میں دل نہیں لگ رہا، قرآن کی تلاوت کا لطف نہیں آ رہا، اللہ کے ذکر سے بھی سکون نہیں مل رہا تو سمجھ لیجیے کہ اللہ ہم سے کسی وجہ سے ناراض ہے اور وہ وجہ ہماری بدنگاہی بھی ہو سکتی ہے۔ اگلی حدیث بھی اسی تسلسل میں ہے۔ طبرانی شریف میں حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بری نگاہ (لذت یا شہوت والی نگاہ) ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو شخص مجھ سے ڈر کر اس کی حفاظت کرے گا، میں اس کے بدلے ایسا ایمان دوں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ یہ ابلیس کی چھوٹکیں ہی ہیں جو آج ہمیں آپس میں لڑا رہی ہیں، ایک دوسرے سے نفرت اور دشمنی کا باعث بن رہی ہیں۔ جو بدنگاہی سے بچے گا وہ اپنے دل میں ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا۔ شریعت نے غیر محرم کو ایک نظر دیکھنے کی گنجائش چند صورتوں میں دے رکھی ہے۔ مثال کے طور پر رشتہ طے کرتے وقت لڑکا لڑکی ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ اسی طرح انتہائی ناگزیر صورت میں کہیں عدالتی کارروائی کا معاملہ ہو، انوسٹی گیشن کا معاملہ ہو یا مریضہ کا معاملہ ہو تو شریعت گنجائش دیتی ہے۔ لیکن بری نیت سے دیکھنا حیاء اور ایمان کے لیے انتہائی مہلک ہے۔

اگلی حدیث ستر کے بارے میں ہے۔ ستر جسم کا وہ حصہ ہے جسے ہر حال میں چھپانا فرض ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو نہ دیکھے۔ ایک اور حدیث حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ کسی زندہ یا مردہ انسان کی ران پر نگاہ نہ ڈالو۔ اسی وجہ سے جب کسی کو غسل دیتے ہیں تو ڈھانپ کر غسل دیتے ہیں۔ یہ شرعی احکام ہیں اور ان میں حکمت ہے۔ آج جس طرح کے لباس خواتین و حضرات پہن رہے ہیں، خاص طور پر کھیلوں کے دوران خواتین جس طرح کا لباس پہنتی ہیں، سوشل میڈیا پر جو کچھ دیکھا جا رہا ہے، فلموں اور ڈراموں میں جو کچھ دکھایا جاتا ہے تو ذرا سوچیے کہ وہاں نگاہوں کی حفاظت، حیاء کی حفاظت ممکن ہے؟ ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اپنے ستر کو اپنی بیوی یا کنیز کے سوا باقی سب سے محفوظ رکھو۔ آج کنیزوں اور غلاموں کا تصور موجود نہیں ہے لہٰذا آج معاملہ میاں بیوی تک محدود رہے گا۔

ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! جب ہم تنہائی میں ہوں تو؟ فرمایا: سب سے بڑھ کر اللہ اس کا حقدار ہے کہ اس سے حیاء کی جائے۔ لہٰذا تنہائی میں بھی ہو تو اپنے ستر کو پوشیدہ رکھو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی برہنہ رہیں۔ حضرت عمرؓ اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے بھی نہ پہناؤ کہ جو اتنے تنگ ہوں کہ جسم کے اعضاء نمایاں ہو جائیں۔

ان شرعی تعلیمات کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو چست پینٹ پہننا بھی حیاء اور شرم کے خلاف ہے۔ خواتین کا معاملہ تو اور بھی حساس ہے۔ ان کے لیے تو سر سے لے کر پاؤں تک جلباب کا حکم ہے۔ کہاں یہ کہ آج تنگ لباس اور مختصر لباس کا رجحان مغربی تہذیب سے مستعار لے لیا گیا ہے۔ جبکہ خود مغرب کی خواتین جب اسلام قبول کرتی ہیں تو وہ پردے اور حجاب کو اہمیت دیتی ہیں۔ ایک نومسلم خاتون نے اس موضوع پر ایک شاندار آرٹیکل لکھا اور اس میں سیب کی مثال دی کہ جب تک سیب اپنے قدرتی کور (چھلکا) کے اندر رہتا ہے وہ تازہ رہتا ہے اور جب چھلکا اُتار لیا جاتا ہے تو وہ چند لمحوں کے اندر کالا اور خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عورت کا مفہوم ہی پردے کی چیز ہے۔ جب تک عورت پردے اور حجاب میں ہے وہ بہت سی نگاہوں اور خرابیوں سے بچی ہوئی ہے۔ پردہ اور حجاب ہٹ جائے تو برائیاں دوڑ کر آتی ہیں۔ یہ بات یورپ کی بعض سلیم الفطرت خواتین کو سمجھ میں آ رہی ہے لیکن ہم مسلمانوں کو سمجھ میں آج نہیں آ رہی۔

ایک سعودی فیملی کی خواتین پیرس کے ڈیپارٹمنٹل سٹور میں گئیں، وہاں ایک نومسلم لڑکی نقاب میں تھی، سعودی خواتین نے (جو حجاب میں نہیں تھیں) اُسے گھور کر دیکھا اور اس کے حجاب پر فقرہ کسا تو نومسلم لڑکی نے کہا: تم مسلمانوں نے پردے کو بیچ دیا اور ہم نے اسے خرید لیا۔ اس صدی میں پردہ کرنے والیاں پردہ نہ کرنے والیوں کے خلاف حجت بن جائیں گی۔ اگر پیرس، نیویارک اور لندن میں پردہ ہو سکتا ہے تو پاکستان کی عورتوں کو اور مسلمان معاشروں کی عورتوں کو کون سی مصیبت پڑ گئی ہے؟

غور کرنے کی ضرورت ہے اور ان عورتوں سے بڑھ کر ان کے مردوں کو غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کی غیرت آج کہاں چلی گئی ہے؟

سورۃ النور کی آیت کا مطالعہ ہم نے گزشتہ جمعہ کو کیا تھا جس میں گھر کے اندر خواتین کے پردے اور اوڑھنی کا حکم تھا۔ اسی کے ذیل میں ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگ اپنے گھروں کی طرف پلٹے اور جا کر اپنے گھر کی خواتین کو یہ آیت سنائی۔ معلوم ہوا کہ مرد کے ذمے صرف معاشی کفالت ہی نہیں بلکہ گھر کی خواتین کی دینی تعلیم کا اہتمام کرنا، اپنے گھر کے اندر شرعی احکام کا نفاذ، گھر والوں کی حیا، عقیدے اور ایمان کی حفاظت بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔

روایت میں ہے کہ سورۃ النور کی ان آیات کو سننے کے بعد تمام مسلم خواتین نے اس پر عمل کیا۔ ان میں نامحرم سے پردہ کے مسائل بھی شامل ہیں، نظروں کی حفاظت، گھر سے باہر حجاب اور گھر کے اندر اوڑھنی اور لباس کے مسائل بھی بیان ہوئے ہیں۔ اسی طرح غیر محرم مردوں اور عورتوں کے اختلاط کی ممانعت بھی شامل ہے۔ اس کی تفصیل اور تشریح بھی احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے کہ جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ کسی عورت کے ساتھ ایسی خلوت میں نہ بیٹھے جس میں کوئی تیسرا موجود نہ ہو۔ کیونکہ ایسی صورت میں ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اس بات کو سخت ناپسند فرمایا کہ مرد نامحرم خواتین کو چھوئیں یا ان سے ہاتھ ملائیں۔ معجم طبرانی کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: یہ گوارا کر لینا کہ تمہارے سر میں کیل ٹھونک دی جائے مگر یہ گوارا نہ کرنا کہ تم کسی نامحرم عورت کو چھو و جو تمہارے لیے حلال (تمہاری نکاح میں) نہ ہو۔

آج ہمارے معاشرے میں کیا ہو رہا ہے؟ فلمیں، ڈرامے اور سٹیج شوز تو ایک طرف سکولوں میں بچے اور بچیاں سٹیج پر اکٹھے ڈانس کرتے ہیں اور والدین بیٹھ کر تالیاں بجا رہے ہوتے ہیں۔ پھر شادی بیاہ کے مواقع پر جو کچھ ہوتا، اللہ معاف فرمائے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

آج ہمارے گھرانوں میں، کزنز میں، تعلیمی اداروں میں، کارپوریٹ سیکٹر میں بات کہاں تک پہنچ گئی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ جب خواتین سے بیعت لیتے تو مصافحہ نہیں کرتے تھے۔ صرف زبانی اقرار کرواتے تھے (سنن نسائی سنن، ابن ماجہ)۔

آج جاہل قسم کے پیر جو کچھ حرکتیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح گزشتہ جمعہ کو ہم نے سورۃ النور کی آیات کی روشنی میں پڑھا تھا کہ خواتین اپنے پوشیدہ زیب و زینت کو بھی ظاہر نہ کریں۔ زینت میں چہرہ بھی شامل ہے، لباس اور زیورات بھی شامل ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے تو خواتین کو تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے بھی منع کیا۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجد میں آنے سے منع نہ کرو مگر وہ خوشبو لگا کر نہ آئیں۔ مسجد میں تو بڑا پاکیزہ ماحول ہوتا ہے۔ اگر مسجد میں اللہ کا دین اس قدر احتیاط کا تقاضا کر رہا ہے تو باہر کس قدر احتیاط کی ضرورت ہوگی۔ ترمذی شریف میں ہی ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے، وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔ یہ اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے ہیں۔ ذرا سوچئے جو عورتیں بے پردہ ہو کر گھروں سے نکلیں اُن کے لیے کس قدر سخت وعید ہوگی۔

ابوداؤد شریف کی ایک اور روایت میں ہے جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرے تاکہ لوگ لطف اندوز ہوں، وہ زانیہ ہے۔ جو عورتیں لوگوں کو دکھانے کے لیے میک اپ کرتی ہیں اور بن سنور کر نکلتی ہیں یا فلموں اور ڈراموں میں کام کرتی ہیں یا ڈانس کرتی ہیں اُن کی تو بات ہی نہیں آئی، صرف لوگوں کو متوجہ کرنے کی غرض سے خوشبو لگانے پر اس قدر وعید ہے تو آگے کا معاملہ ہمیں خود سمجھ جانا چاہیے۔

سورۃ الاحزاب کی آیات کی روشنی میں ہم نے پڑھا تھا کہ اگر انتہائی ناگزیر ہو تو عورت غیر محرم مرد سے بات اس طرح کرے کہ لہجہ نرم نہ ہو تاکہ مرد کے دل میں کوئی برا خیال پیدا نہ ہو۔ اسی طرح ہم نے پڑھا کہ خواتین کا اصل مقام اُن کا گھر ہے۔ ان احکام کی تشریح کے لیے بھی احادیث موجود ہیں۔ طبرانی شریف کی روایت ہے کہ بلاشبہ عورت چھپانے کے لائق ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے اور وہ اپنے رب کی رحمت کے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصے میں ہوتی ہے۔ ترمذی شریف کی ایک روایت کے مطابق عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور وہ اپنی رعیت یعنی اولاد کے معاملے میں جوابدہ ہے۔ یعنی اس کی اصل ذمہ داری اس کے گھر میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ فرض ہے، مگر چار لوگوں پر نہیں: غلام، عورت، بچے اور مریض۔ معلوم ہوا کہ ناگزیر ضرورت کے تحت عورت گھر سے باہر نکل سکتی ہے اور مسجد میں جمعہ یا نماز ادا کر سکتی ہے لیکن زیادہ فضیلت گھر میں رہنے میں ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ عورت جتنا پوشیدہ ہو کر نماز ادا کرے، اس کے لیے اتنا ہی زیادہ اجر ہے۔ یعنی باہر کے مقابلے میں گھر میں، صحن کے مقابلے میں کمرے میں اور کمرے کے مقابلے میں کسی پوشیدہ کونے میں نماز ادا کرنے کی زیادہ فضیلت ہے۔ جو دین اس قدر حیا اور پردے کا تقاضا کرتا ہے وہ خواتین کے چہرے کے پردے اور لباس کے متعلق کس قدر حساس ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنگ اُحد کے موقع پر ام خلاد رضی اللہ عنہا کے بیٹے شہید ہو گئے، وہ اُن کے بارے میں پوچھنے جب تشریف لائیں تو مکمل حجاب میں تھیں۔ لوگوں نے کہا اس حال میں بھی کہ تمہارا بیٹا شہید ہو چکا ہے تم اب بھی نقاب اور پردے کی کیفیت میں ہو۔ ام خلاد رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میرا بیٹا مرا ہے، میری حیا نہیں مری ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں جنت کی بشارت دی اور فرمایا تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا کیونکہ اس کو اہل کتاب نے شہید کیا ہے۔

اسی طرح افک کے واقعہ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب صفوان بن معطل تشریف لائے تو انہوں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور اپنے چہرے کو ایک بڑی چادر سے چھپا لیا۔ یہ ہمارے دین کی تعلیمات ہیں، دل میں ارادہ کیجئے کہ ہم نے ان احکامات پر عمل کرنا ہے۔ غلطیاں انسان سے ہو جاتی ہیں لیکن توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور فلسفۂ انقلاب

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کی کتاب ”سیرت النبی ﷺ سیریز:3“ سے ماخوذ

دُنیا کے دوسرے انقلابات سے انقلابِ محمدی ﷺ اس اعتبار سے بنیادی طور پر مختلف ہے کہ دوسرے دنیوی انقلابات کے نظریات انسانوں کے ذہن کی پیداوار تھے ---------- بالشویک یعنی اشتراکی انقلاب کا فلسفہ کارل مارکس کے ذہن کی اختراع تھا۔ اسی طرح انقلاب فرانس کا فلسفہ والٹیئر‘ روسو اور بہت سے مفکرین کے ذہنوں کی پیداوار تھا۔ مگر اسلامی انقلاب کا فلسفہ اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ ہے جو وحی کے ذریعہ سے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوا۔ لہٰذا اس نظریہ کی نشر و اشاعت کے معنی ہیں قرآن حکیم کی نشر و اشاعت‘ اس کی تبلیغ‘ اس کے ذریعہ سے دعوت‘ اس کے ذریعہ سے تبشیر و انذار اور اس کے ذریعہ سے تذکیر و نصیحت۔ گویا نبی اکرم ﷺ کا آلۂ انقلاب اور ذریعۂ انقلاب قرآن حکیم تھا۔ علاوہ ازیں قرآن انسان کے لیے جو ہدایت لے کر آیا ہے اس میں یقیناً انفرادی زندگی کے لیے بھی راہنمائی ہے اور اجتماعی زندگی کے لیے بھی۔ قرآن کے موضوعات انفرادی اعمال و افعال کو بھی محیط ہیں اور اجتماعی اقدار کو بھی۔ لیکن انقلابی عمل کے لیے قرآن کے اس حصہ کو نمایاں کرنا ہوگا جس کا تعلق اجتماعی نظام کے ساتھ ہے۔

پاکستان میں اسلامی انقلاب کی ضرورت واہمیت اور طریق کار

پاکستان میں اسلامی انقلاب کے ذکر سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ پہلی بات یہ کہ پاکستان کی بقا اور استحکام صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ ہمارے پاس اسلام کے سوا اس ملک کی بقا اور استحکام کے لیے کوئی اور بنیاد سرے سے موجود نہیں ہے ---------- اب یہ بات خود ایک مستقل موضوع ہے کہ تحریک پاکستان کا پس منظر کیا تھا! یہ ملک بنا کیوں تھا! اس کے محرکات اور عوامل کیا تھے! اس کی اساسات کیا ہیں! ---------- پھر یہ کہ مختلف ممالک کے استحکام اور بقا کے لیے کون کون سے عوامل سہارا دیتے ہیں اور اس کی تقویت کا باعث بنتے ہیں! ان میں سے ایک ایک عامل کا جائزہ لے کر یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے کہ دُنیا کے عام ممالک کو اپنے استحکام اور بقا کے لیے جو سہارے دستیاب ہوتے ہیں ان میں سے کوئی بھی ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو واحد سہارا ہے وہ ہمارا دین ہے۔ ہمارے بارے میں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ

ع کافر ہمہ توانی شدنا چار مسلماں شو۔

”ہم کافر ہو ہی نہیں سکتے‘ ہمیں تو لامحالہ مسلمان ہونا پڑے گا۔“

پاکستان میں اسلام انتخابی طریق سے نہیں آ سکتا ہے بلکہ اس کے لیے واحد راستہ انقلاب کا راستہ ہے۔ اب اس کے لیے بھی دلائل و شواہد چاہئیں۔ انتخابات میں بھی بعض لوگ اسلامی نظام کے قیام کے لیے نیک نیتی سے حصہ لیتے ہیں کہ اس طریق سے اسلام کی سربلندی کے لیے کام کریں۔ انتخابات میں حصہ لینے والوں میں یقیناً ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نہایت خلوص کے ساتھ اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسی انتخابی طریق کار پر عمل پیرا رہے ہیں اور رہیں گے۔ لیکن مجھے قوی اور مستحکم دلائل کی بنیاد پر اس سے شدید اختلاف ہے۔ میرے نزدیک پاکستان میں اسلام اگر آ سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف انقلابی عمل کے ذریعے سے ہی آ سکتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ جب پاکستان کی غالب آبادی سُنّی ہے تو ظاہر بات ہے کہ یہاں جو بھی انقلاب آئے گا اور اس کے نتیجہ میں یہاں جو بھی نظام قائم ہوگا وہ سُنّی تصورِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ پر مبنی ہوگا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ وہ انقلاب اگر آئے گا تو خالصتاً اس نہج پر آئے گا کہ جس نہج پر محمد رسول اللہ ﷺ نے انقلاب بپا کیا تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہے کہ ”لَا یَصْلُحُ آخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ اَوَّلُهَا“ یعنی ”اس اُمت کے آخری حصہ کی اصلاح نہیں ہو سکے گی مگر صرف اس طریق پر کہ جس پر اس کے پہلے حصہ کی اصلاح ہوئی تھی“ ---------- اس قول کے متعلق میرا تاثر اتنا یقینی ہے جتنا اس پر کہ کل سورج طلوع ہوگا۔ پھر یہ کہ اس کارگاہِ عالم کی زندگی کا آخری دور شروع ہو چکا ہے۔ حالات اس رخ پر جا رہے ہیں جن کی خبر نبی اکرم ﷺ نے دی تھی۔

پانچویں بات یہ کہ آخری دور میں اسلام کے عالمی غلبہ کی جو خبر الصادق والمصدوق ﷺ نے دی تھی‘ اس کا بھی عمل یقیناً شروع ہوگا۔ البتہ یہ کہاں سے شروع ہو گا اور کس خطہ ارضی کو یہ سعادت نصیب ہوگی! یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مکہ سے مایوس ہو کر نبی اکرم ﷺ نے اپنے طور پر طائف کا انتخاب فرمایا تھا‘ لیکن طائف میں جو کچھ حضور ﷺ کے ساتھ ہوا وہ کون نہیں جانتا۔ یوم طائف کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کا سخت ترین دن قرار دیا تھا۔ وہاں سے آپ ﷺ کو (بظاہر) ناکام واپس آنا پڑا ------ لیکن اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا مدینہ منورہ کا۔ حضور ﷺ کے قدم مبارک وہاں پہنچے بھی نہیں کہ وہاں انقلاب آ گیا۔ تمہیداً چھ افراد حج کے موقع پر ایمان لائے۔ اگلے سال ان میں سے پانچ اور سات دوسرے افراد یعنی کل بارہ افراد حاضر خدمت ہو گئے۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ---------- جسے کتب سیرتِ مطہرہ میں بیعت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے ---------- اور درخواست کی کہ ہمیں اپنا کوئی جان نثار شاگرد دیجیے جو ہمیں قرآن پڑھائے اور یثرب میں (جو مدینہ منورہ کا پہلا نام ہے) دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اُن کے ساتھ جانے کا حکم دیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی ایک سال کی تعلیم قرآن اور دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں اگلے سال بہتر (72) مرد اور تین خواتین کل پچھتر (75) افراد نے آ کر نبی اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور یہ بیعت ہجرت کی تمہید بن گئی۔ اسے بیعت عقبہ ثانیہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان پچھتر انصار رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور ﷺ! آپؐ

ہمارے یہاں تشریف لائیے۔ اگر قریش یثرب پر حملہ آور ہوں گے تو ہم آپ ﷺ کی اس طرح حفاظت کریں گے جیسے اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں۔ بعدہٗ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں استقبال کی تیاریاں تھیں۔ کئی دن سے لوگ روزانہ شہر سے باہر آ کر آپ ﷺ کی تشریف آوری کے منتظر رہتے تھے۔ ادھر مکہ میں قریش خون کے پیاسے ہیں جہاں تیرہ برس حضور ﷺ نے بنفس نفیس دعوت دی۔ یہاں تو نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ کو تین دن رات غارِ ثور میں روپوش رہنا پڑا۔ پھر یہ کہ تعاقب ہو رہا تھا۔ سراقہ بن مالک جو بعد میں دولت ایمان سے بہرہ مند ہو گئے دو مرتبہ قریب پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر حفاظت فرمائی۔ مکہ کا حال تو یہ ہے اور اہل مدینہ سراپا انتظار آپ ﷺ کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں اور آپ ﷺ کا وہاں ایک بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے داخلہ ہو رہا ہے۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قدرت میں ہے کہ وہ کس جگہ کو سعادت عطا فرمائے' کون سے مقام کو چن لے۔ یہ اُسی کا انتخاب ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور عالمی سطح پر دین حق کے غلبہ کا آغاز کس ملک سے ہوگا! لیکن یہ بات پورے یقین و وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آخری دور کے بارے میں جن واقعات و حالات کی خبریں احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں وہ دور آ چکا ہے' اس کا آغاز ہو گیا ہے۔ کسی نہ کسی خطہ ارضی کو یہ سعادت حاصل ہو کر رہے گی کہ اسے اللہ تعالیٰ صحیح اسلامی انقلاب کے لیے منتخب فرمالے ----------

اور یہ انقلاب بالکل اسی نہج پر آئے گا جس نہج پر برپا فرمایا تھا محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کہیں نہ کہیں اسی نہج پر انقلاب آئے گا جو عالمی سطح پر غلبۂ دین کی تمہید بنے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ پاکستان کا یہ خطہ ارضی' جو حقیقت کے اعتبار سے مملکت خداداد ہے' یہ ہمارے قوت بازو اور ہماری جدوجہد کا نتیجہ نہیں ہے' اسے اللہ تعالیٰ اس سعادت کے لیے قبول فرمالے۔ بظاہر احوال تو مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سامنے آتے ہیں' پھر اُمید بندھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ اس کی شان والا تبار یہ ہے: ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ (الروم:19) اُسے ہر شے پر قدرت حاصل ہے' وہ شر سے خیر برآمد کرتا ہے جس کا کہیں سان گمان تک نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل اور قدرت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم معروضی طور پر (objectively) غور کریں اور سمجھیں کہ انقلاب کا "محمدی طریق" ہے کیا؟

بحث وتمحیص کے تین حصے

ایک بات تو بالکل آغاز ہی میں سیرت النبی ﷺ کے واقعات وحالات کے حوالوں (references) کے بغیر اصولی طور پر جان لینی چاہیے کہ انقلاب کسی بھی نوع کا ہو اس کے لیے چھ مراحل طے کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ یہ بات سیرت نبوی ﷺ کے معروضی مطالعے سے حد درجہ واضح ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مطالعۂ سیرت مطہرہ کے دوران جو حالات و واقعات پیش آئے انہیں خاص سے عام کر کے یعنی generalize کر کے جو اصول ومبادی مستنبط ہوتے ہیں ان کی روشنی میں انقلابی عمل کے مراحل ومدارج اور لوازم طے کیے جائیں گے۔

پھر ہم دیکھیں گے کہ اس مستنبط خاکے میں رنگ بھرنے کے لیے ہمیں سیرت مبارکہ ؐ سے جو رہنمائی ملتی ہے وہ کیا ہے؟

اور تیسری بات جو عملی اعتبار سے بہت ضروری ہے' یہ ہو گی کہ ہمارے حالات اور نبی اکرم ﷺ کے دور سعید کے حالات میں بہرحال چودہ سو برس سے کچھ زیادہ ہی مدت کا فصل ہے۔ اس دوران حالات میں بہت کچھ تغیر وتبدل ہوا ہے اور انسان کے تمدنی وعمرانی تصورات میں بہت کچھ ارتقاء ہوا ہے۔ پھر ایک نمایاں ترین فرق یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا پورا انقلابی عمل ایک خالص مشرکانہ وکافرانہ ماحول میں پایہ تکمیل کو پہنچا تھا' جبکہ ہمیں اسلامی انقلاب کے لیے جو کام کرنا ہے وہ اسلام کے دعویدار مسلمانوں میں کرنا ہے' کافروں میں نہیں۔ لہٰذا ان حالات کی بنا پر ہمیں غور کرنا ہوگا کہ جو طریق کار ہمیں سیرت النبی ﷺ میں ملتا ہے آیا بعینہٖ وہی اختیار کرنا لازم ہے یا اس طریق کار میں ہمیں درپیش حالات کے فرق و تفاوت کی وجہ سے کہیں کچھ اجتہاد کرنا ہوگا! (جاری ہے)

❁❁❁

غلبۂ اقامت دین کی جدوجہد کا خدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد ؒ

شمارہ نومبر 2026ء
۱۴۴۸ھ جمادی الاخریٰ

مشمولات

☆ عرض احوال: شعورِ مقصد اور غلبۂ دین کی جدوجہد ——— رضاء الحق
☆ نوائے تنظیم: امیر تنظیم اسلامی کا پیغام ——— ادارہ
☆ تذکرہ وتبصرہ: سیرتِ رسول اللہ ﷺ: فکری اور عملی اسباق ——— شجاع الدین شیخ
☆ نوائے سربراہ: حقیقتِ نفاق (۲) ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ درسِ قرآن: سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃ (۱۳) ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ تذکرہ کانگرہ: سالانہ اجتماع کے مقاصد اور ان کے حصول کا طریقہ ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ دعوت وتربیت: اقامتِ دین کے مطالبات ——— ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی
☆ دعوت فکر: تزکیۂ نفس ——— ایوب بیگ مرزا
☆ فرائض دینی: پاکستان میں اسلامی انقلاب: کیا' کیوں' کیسے؟ ——— ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ قانون وعدالت: رشتہ داروں کے حقوق ——— پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 60 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (بذریعہ ڈاک) 600 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36 سمن آباد فیز 3 (042)35869501
maktaba@tanzeem.org 0301-1115348

اسرائیل میں کوئی بھی جماعت برسر اقتدار آجائے، صیہونی منصوبوں میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی: رضاء الحق

خلیج میں بڑی جنگ پاکستان کی معیشت اور بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کے مفادات کو بھی متاثر کر سکتی ہے: ڈاکٹر ضمیر اختر خان

صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو عظیم قربانیاں دے کر واپس لیا تھا، ہم ہر میز پیٹک قسم کے لائسنس بنا کر اسے حاصل نہیں کر سکتے: مصطفیٰ کمال پاشا

"بدر MOU اور ایران کے ساتھ مذاکرات"

پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

میزبان: قارئین! مشرق وسطیٰ سے جنوبی ایشیا تک طاقت کا توازن بہت تیزی سے بدل رہا ہے۔ پاکستان، سعودی عرب اور ترکیہ کے درمیان مکہ معاہدے کے بعد قطر اور انڈونیشیا کو بھی ایک معاہدے کے تحت اپنی اجتماعی سلامتی اور خود مختاری کے تحفظ کے لیے اس سکیورٹی ارینجمنٹ میں شامل کیا گیا ہے۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممالک اپنے باہمی اختلافات سے بالاتر ہو کر کوئی مشترکہ دفاعی حکمت عملی اپنا پائیں گے یا یہ دفاعی معاہدے صرف سفارتی بیانات کی حد تک محدود رہیں گے۔ دوسری طرف دیکھنا یہ ہے کہ اسرائیلی انتخابات اور امریکہ کے مڈٹرم الیکشن کے نتائج کیا مسئلہ فلسطین پر اسرائیلی پالیسیوں اور ایران کے حوالے سے امریکی پالیسی میں کوئی تبدیلی لائیں گے یا نہیں۔ سابقہ تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ چہرے بدلنے سے حکومتی پالیسیاں نہیں بدلا کرتیں۔ ہم آج کے پروگرام میں بہت تیزی سے بدلتے ہوئے ان حالات و واقعات کے تناظر میں خطے کے مستقبل کا منظر نامہ جاننے کی کوشش کریں گے۔ میرے ساتھ تشریف فرما ہیں ترجمان تنظیم اسلامی جناب رضاء الحق صاحب، معروف دانشور اور تجزیہ نگار جناب مصطفیٰ کمال پاشا صاحب اور اسلام آباد سے ہمیں آڈیو کے ذریعے جوائن کریں گے تنظیم اسلامی کے رہنما اور دفاعی تجزیہ نگار ڈاکٹر ضمیر اختر خان صاحب۔

سوال: مکہ معاہدہ ترکیہ کی پارلیمنٹ میں پیش ہوا ہے تو اس کی تفصیلات کچھ سامنے آئی ہیں؟ اس معاہدے کی اہم شقیں کیا ہیں اور بنیادی طور پر اس کے مقاصد کیا ہیں؟

مصطفیٰ کمال پاشا: بنیادی طور پر یہ ایک عسکری سطح کا دفاعی معاہدہ ہے۔ تینوں ممالک نے ایک دوسرے کی قومی سلامتی کی حفاظت کا عہد کیا ہے، ترکیہ کی پارلیمنٹ میں جو مسودہ پیش کیا گیا ہے، اس کے مطابق اس معاہدے کی 16 شقیں اسی بنیادی نقطے کے گرد گھومتی ہیں کہ ایک ملک پر حملہ تینوں پر حملہ اور کسی ایک کی سلامتی کے لیے خطرات کو تینوں ممالک کی سلامتی کے لیے خطرہ سمجھا جائے گا۔ سلامتی کے تحفظ کے لیے تینوں ممالک مشترکہ فوجی مشقیں بھی کر سکتے ہیں، دفاعی صنعت اور عسکری شعبے میں تعاون بھی شامل ہو سکتا ہے۔ اس میں فوجی تربیت بھی شامل ہے اور دفاع کے لیے مشترکہ عسکری کاوشیں بھی شامل ہو سکتی ہیں۔ یہ ایک خوبصورت ڈیکلریشن ہے لیکن ایک ابہام موجود ہے کہ یہ اتحاد کس کے خلاف ہے؟

مرتب: محمد رفیق چودھری

عموماً دفاعی تیاریاں کسی ٹارگٹ کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہیں مگر مکہ معاہدہ میں واضح نہیں ہے کہ ان تینوں ممالک کو کس سے خطرہ ہے اور کس کے خلاف یہ معاہدہ حرکت میں آئے گا۔ یہی اس معاہدے کی بڑی کمزوری ہے جس نے باقی تمام خوبصورت باتوں کو گہنا دیا ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ یہ معاہدہ ایک خوف کے انداز میں فوری ردعمل کے طور پر کیا گیا ہے۔ اس کے پیچھے کوئی بہت زیادہ گہری سوچ اور منصوبہ بندی شامل نہیں ہے۔

سوال: کیا مکہ معاہدہ کسی مخصوص ملک کے خطرے کے پیش نظر کیا گیا ہے؟ کہیں یہ بھی OIC کی طرح کا اتحاد نہ بن جائے جس کے پاس کوئی موثر عملی قوت نہیں ہے؟

رضاء الحق: دفاعی نوعیت کا معاہدہ بھی کسی سٹریٹیجک خطرے کو سامنے رکھتے ہوئے کیا جاتا ہے اور واضح کیا جاتا ہے کہ ہمیں فلاں دشمن سے خطرہ ہے جبکہ مکہ معاہدہ میں شامل تینوں ممالک کے اعلیٰ عہدیداران کے بیانات موجود ہیں کہ یہ معاہدہ کسی ملک کے خلاف نہیں ہے۔ پھر اس میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ بھی مبہم ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ کسی ملک کی طرف سے حملہ ہوا تو مل کر دفاع کریں گے۔ جبکہ حوثی ملک نہیں ہیں بلکہ وہ ایک گروہ ہے۔ یہ بات بھی اس معاہدے میں شامل نہیں ہے کہ یہ غزہ، فلسطین، کشمیر یا جہاں بھی مسلمانوں پر ظلم ہو رہا ہے وہاں مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کیا جائے گا یا طاغوتی قوتوں کی عالم اسلام کے خلاف جنگ کے خلاف کوئی مزاحمت کی جائے گی۔ فرض کریں اگر بھارت پاکستان پر حملہ کر دیتا ہے تو کیا سعودی عرب اور ترکیہ بھارت کے خلاف پاکستان کی مدد کریں گے؟ او آئی سی 1969ء میں بنی تھی جب ایک آسٹریلوی صیہونی نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ شروع کے چند سال تو یہ کافی متحرک رہی کیونکہ اُس وقت شاہ فیصل، ذوالفقار علی بھٹو اور کرنل قذافی جیسے لوگ اس کو لیڈ کر رہے تھے لیکن ان کے بعد یہ رفتہ رفتہ ڈیبیٹنگ کلب بن گئی اور اب اس کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی۔ اس کے منشور میں لکھا ہوا ہے کہ اس کا ہیڈ کوارٹر آزاد یروشلم میں ہوگا اور تمام مسلم ممالک فلسطینیوں کی اخلاقی، سفارتی اور عسکری سطح پر مدد کریں گے لیکن ابھی تک ایسا کوئی اقدام نظر نہیں آ رہا۔ اسی طرح مکہ معاہدہ بھی موثر ثابت نہیں ہوگا جب تک اس میں ایران سمیت دیگر مسلم ممالک بھی شامل نہیں ہوتے۔

سوال: سعودی عرب کے ساتھ دفاعی معاہدے کے بعد پاکستان کو ترکیہ، انڈونیشیا اور قطر کے ساتھ باہمی تعاون کے ایم او یو کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا یہ کسی وسیع تر مسلم دفاعی اتحاد کی تشکیل کی کوشش ہے یا اس کے پس پردہ حقائق کچھ اور ہیں؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان: ذاتی طور پر میں ان دونوں معاہدات کو ﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ

قُوَّۃٍ ﴾ (الانفال: 60) کی عملی تعبیر سمجھتا ہوں۔ دونوں معاہدوں کی نوعیت میں تھوڑا سا فرق ہے جس کو سمجھنے سے دونوں کی الگ الگ ضرورت سمجھ میں آتی ہے۔ سعودی عرب، پاکستان اور ترکی کے درمیان مکہ میں ہونے والا معاہدہ اجتماعی دفاع اور مشترکہ ڈیٹرنس سے متعلق ہے، جبکہ پاکستان، ترکی، قطر اور انڈونیشیا کے درمیان دوحہ میں طے پانے والا معاہدہ بدر بنیادی طور پر دفاعی صنعت، ٹیکنالوجی اور مشترکہ پیداوار کے فروغ کے لیے ہے۔ دونوں معاہدے ایک دوسرے کے متبادل نہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس نئے معاہدے کی ضرورت کے تین بنیادی اسباب ہیں:

1: آج کسی ملک کی دفاعی قوت صرف اس کے فوجیوں، میزائلوں، طیاروں یا ٹینکوں کی تعداد سے متعین نہیں ہوتی، اصل سوال یہ ہے کہ جنگ کی صورت میں وہ کتنے عرصے تک اپنے دفاعی نظام کو فعال رکھ سکتا ہے۔ اگر دفاعی ساز و سامان بیرونی ممالک سے حاصل کرنا پڑے تو دفاعی خود مختاری سوالیہ نشان بن جاتی ہے۔ معاہدہ بدر کے ذریعے مشترکہ تحقیق، پیداوار، فنی تربیت اور ٹیکنالوجی کے تبادلے کے امکانات بڑھ سکتے ہیں۔

2: چاروں ممالک کی صلاحیتوں کا امتزاج ہے۔ ہمیں معلوم ہے ترکی دفاعی ٹیکنالوجی اور اسلحہ سازی میں قابل ذکر تجربہ رکھتا ہے۔ پاکستان کے پاس اللہ کے فضل و کرم سے جوہری صلاحیت کے علاوہ دفاعی پیداوار، عسکری تربیت اور عملی تجربے کی صلاحیت ہے۔ انڈونیشیا ایک بڑی آبادی اور اہم صنعتی و بحری ضروریات رکھنے والا ملک ہے، جبکہ قطر مالی وسائل اور سرمایہ کاری کی صلاحیت فراہم کر سکتا ہے۔ اگر یہ صلاحیتیں محض الگ الگ معاہدوں تک محدود رہنے کے بجائے مشترکہ منصوبوں میں ڈھل جائیں تو ان چاروں ممالک کو معاشی اور دفاعی فائدہ پہنچ سکتا ہے۔

3: بدلتے ہوئے علاقائی حالات ہیں، امریکہ اور اسرائیل کے ساتھ ایران کی جنگ، اسرائیل کے گریٹر اسرائیل کے ناپاک عزائم، خلیج میں عدم استحکام، آبنائے ہرمز اور بحیرہ احمر کی اہمیت نے واضح کیا ہے کہ کسی بیرونی طاقت پر انحصار خطرات پیدا کر سکتا ہے۔ اگر ان دونوں معاہدوں کو سفارت کاری، باہمی اعتماد اور مشترکہ معاشی ترقی کے ساتھ آگے بڑھایا جائے تو یہ مسلم دنیا کی اجتماعی قوت میں اضافے کا ذریعہ بن سکتا ہے، ان شاء اللہ۔

سوال: ایک طرف مسلم ممالک آپس میں دفاعی معاہدے کر رہے ہیں، دوسری طرف اسرائیل غزہ اور مغربی کنارے میں بچے کھچے فلسطینیوں کو بھی شہید کر رہا ہے۔ مسلم ممالک اسرائیل کے خلاف کوئی موثر حکمت عملی کیوں نہیں اپناتے؟

مصطفیٰ کمال پاشا: 1948ء میں اسرائیل کے قیام سے لے کر اب تک اسرائیل مسلسل حملے کر رہا ہے اور مسلم ممالک مذمتی بیانات سے آگے بڑھ کر کچھ نہیں کر پائے۔ ان کے پاس کوئی لائحہ عمل نہیں ہے۔ مکہ

> **اسرائیل کے قیام کے لیے جن دہشت گرد گروہوں نے فلسطینیوں کا قتل عام کیا تھا یا اُن کی زمینوں پر قبضے کیے تھے، انہیں گروہوں کو جوڑ کر IDF (اسرائیلی ڈیفنس فورس) بنائی گئی تھی۔**

معاہدہ بھی صرف ایک ہومیوپیتھک ردعمل ہے، ایکشن نہیں ہے۔ جبکہ صہیونی ایکشن لیتے ہیں اور اپنے 1896ء کے پروٹوکولز کے مطابق مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ ایک ایک قدم آگے بڑھ رہے ہیں۔ 1948ء کے اسرائیل سے آج کا اسرائیل بہت زیادہ آگے بڑھ گیا ہے۔ ابھی بھی اسرائیل کی سرحدیں متعین نہیں ہیں، مزید آگے بڑھ رہے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ایران میں رجیم چینج کے لیے 200 سے زیادہ بندوں کی فہرست بہت پہلے سے تیار کی ہوئی ہے جن کو انہوں نے ٹارگٹ کرنا ہے اور اپنی مرضی کی حکومت ایران میں لانی ہے۔ اسی طرح مسلم ممالک کو بھی چاہیے کہ وہ کوئی لائحہ عمل طے کریں اور اس پر عمل درآمد شروع کریں۔ مسئلہ یہ ہے کہ خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد اُمت کے ٹکڑے کر کے مفاد پرست لوگوں کو قیادت دی گئی جیسا کہ عرب کے بدو جولیرے اور ڈاکو تھے ان کو ریاستیں سونپی گئیں جن کی کوئی اجتماعی سوچ ہی نہیں ہے۔ ان کے پاس بے انتہا دولت ہے لیکن حالات یہ ہیں کہ اطلاعات کے مطابق ایران کو اربوں ڈالرز اس لیے پیش کر رہے ہیں تاکہ ان پر حملے نہ کیے جائیں۔ بعض ذرائع کے مطابق سعودی حکام بھی ایک ارب ڈالر لے کر تہران پہنچ گئے۔ ایسے لوگ فلسطینیوں کی کیا مدد کریں گے۔ پاکستان ایٹمی طاقت ہے لیکن ابھی تک کشمیر کی آزادی کے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ جبکہ بھارت نے پیش رفت کرتے ہوئے متبوضہ کشمیر کو بھارت میں ضم کر لیا ہے۔ فلسطین یا کشمیر کا مسئلہ بھیک سے حل نہیں ہوگا۔ صہیونیوں کو اسرائیل بھیک میں نہیں مل گیا۔ وہ اپنی ریاست کو پھیلاتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم ہومیوپیتھک قسم کے الائنس بنا کے اسرائیل کو ڈرا نہیں سکتے۔ یہ بیت المقدس عظیم قربانیاں دے کر صلاح الدین ایوبیؒ نے واپس لیا تھا، اسی طرح آج بھی جب تک ہم قربانیاں نہیں دیں گے ہم پیش رفت نہیں کر سکتے۔

سوال: پاکستان کے آرمی چیف کے حالیہ دورہ ایران اور ایران و مکہ دفاعی معاہدے میں شامل ممالک کے درمیان کشیدگی کم کرنے کی کوششوں کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ کیا یہ کوشش خطے میں ایک نئے سفارتی اور دفاعی توازن کی بنیاد بن سکتی ہے؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان: فیلڈ مارشل حافظ سید عاصم منیر کے اس دورے کو میں پاکستان کی خارجہ پالیسی کے لیے ایک اہم امتحان اور سفارتی موقع سمجھتا ہوں۔ اس کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ پاکستان ایک طرف سعودی عرب کے ساتھ دفاعی معاہدے میں شریک ہے اور دوسری طرف ایران کے ساتھ اس کی طویل سرحد، تاریخی تعلقات اور اہم علاقائی مفادات وابستہ ہیں۔ سعودی عرب، پاکستان اور ترکی کے اعلیٰ حکام نے تہران میں ایرانی قیادت سے جو ملاقاتیں کیں ان میں علاقائی کشیدگی کم کرنے، امریکہ اور ایران کے درمیان مذاکرات کی بحالی، حوثی حملوں، آبنائے ہرمز اور علاقائی سلامتی کے انتظامات پر گفتگو شامل تھی۔ ایک ممکنہ علاقائی عدم جارحیت کے نظام کی کوشش کی بھی اطلاعات ہیں۔ اس پیش رفت کو میں تین زاویوں سے دیکھتا ہوں۔

1: پاکستان کے لیے ایران اور سعودی عرب کے درمیان کشیدگی محض دو بیرونی ممالک کا مسئلہ نہیں۔ اس کے اثرات ہماری مغربی سرحد، بلوچستان کے امن، تجارت، توانائی کی فراہمی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور مجموعی قومی سلامتی تک پہنچ سکتے ہیں۔ خلیج میں بڑی جنگ پاکستان کی معیشت اور بیرون ملک کام کرنے والے پاکستانیوں کے مفادات کو بھی متاثر کر سکتی ہے۔ لہٰذا پاکستان کے لیے جنگ کو پھیلنے سے روکنا ایک اصولی موقف بھی ہے اور ملی اور قومی ضرورت بھی۔

دوسرا زاویہ سعودی عرب کے ساتھ دفاعی معاہدے اور ایران کے ساتھ سفارت کاری کا ہے۔ بظاہر ان میں تضاد نظر آتا ہے، مگر کسی ملک کے ساتھ دفاعی معاہدہ کرنے کا مقصد اپنے دفاع کو مضبوط بنانا ہو سکتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے ممالک کے ساتھ سفارتی رابطے ختم

کر دیئے جائیں۔ پاکستان اگر سعودی عرب کے دفاعی تحفظ کی حمایت کرتے ہوئے ایران کو مذاکرات پر آمادہ کرنے میں کردار ادا کرتا ہے تو یہ متوازن سفارت کاری کی مثال بن سکتی ہے۔

3: اس سے نیا سفارتی اور دفاعی توازن پیدا ہو سکتا ہے لیکن ابھی اسے کامیاب علاقائی نظام قرار دینا قبل از وقت ہوگا۔ اگر چاروں ممالک ایک دوسرے کی خود مختاری، علاقائی سالمیت اور سلامتی کا احترام کرتے ہوئے عدم جارحیت، تنازعات کے پرامن حل اور مستقل مذاکرات کے اصولوں پر اتفاق کر لیں تو یہ ایک اہم پیش رفت ہوگی۔

سوال: اسرائیلی انتخابات میں اگر نتن یاہو کو شکست ہو جاتی ہے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد فلسطینی مسلمانوں کے حوالے سے اسرائیل کی پالیسی میں کوئی تبدیلی آئے گی؟

رضاء الحق: اسرائیل میں حکومتی جماعت اور اپوزیشن دونوں کٹر صیہونی ہوتی ہیں۔ کوئی بھی جیت جائے مگر ان مسلم دشمن پالیسی میں، یا مستقبل کے منصوبوں کے حوالے سے پالیسی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ حالیہ اسرائیلی انتخابات کے دوران نتن کے مقابل نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ غزہ کے مسلمانوں کے خلاف جس طرح کا ایکشن لیا جانا چاہیے تھا، نتن یاہو نے نہیں لیا جس کی وجہ سے مسائل پیدا ہوئے۔ اسرائیل کہتا ہے کہ ہم مسجد اقصیٰ کو گرا کر تھرڈ ٹیمپل بنائیں گے۔ ان کے وزیر خزانہ نے بھی اسی طرح کی باتیں کی ہیں۔ اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم ڈیوڈ بن گوریان کا تعلق ان دہشت گرد تنظیموں سے تھا جو برطانوی دور میں فلسطین پر جبری قبضہ کرنے میں مصروف تھیں۔ تمام صیہونیوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ بدقسمتی سے ہم مسلمان اور ہمارے حکمران اپنا مقصد بھلا چکے ہیں۔ اگر ہمارے سامنے کوئی بڑا مقصد ہوتا تو اس کے لیے ہم قربانیاں بھی دیتے۔ مقصد کے بغیر زندگی میں صرف پیسہ کمانا، بیوی بچوں کو خوش رکھنا یا بنگلہ، گاڑی تک سوچ محدود رہ گئی ہے۔ جبکہ صیہونیوں کے سامنے ایک مقصد ہے، وہ دور یا سستی حل کو بھی نہیں مانتے، وہ ''جیوئش نیشن سٹیٹ'' بنا چکے ہیں۔ ان کی فقہ کی کتاب تالمود میں حسبرا ہ کا قانون موجود ہے جس کے مطابق مخالف کو زیر کرنے کے لیے اگر جھوٹ بھی بولنا پڑے تو جائز ہے۔ جب اخلاقی معیار یہ ہوگا تو پھر ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

مصطفیٰ کمال پاشا: اسرائیل کے قیام کے لیے جن دہشت گرد گروہوں نے فلسطینیوں کا قتل عام کیا تھا یا اُن کی زمینوں پر قبضے کیے تھے، انہی گروہوں کو جوڑ کر IDF (اسرائیلی ڈیفنس فورس) بنائی گئی تھی۔ لہٰذا ان کا طریقہ کار اور مسلمانوں سے نفرت آج بھی اسی طرح کی ہے۔

سوال: کیا یہ امکان موجود ہے کہ صدر ٹرمپ 3 نومبر 2026ء کے امریکی وسط مدتی انتخابات سے پہلے یا بعد میں ایران پر ایک بڑا حملہ کر دے؟

ڈاکٹر ضمیر اختر خان: ٹرمپ کی متنازع مزاجی کو سامنے رکھا جائے تو کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ امریکی صدر کے اعلانیہ بیان تضادات کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ ڈونلڈ ٹرمپ نے 18 اکتوبر 2026ء کو اعلان کیا تھا کہ امریکہ 3 نومبر کے مڈٹرم الیکشن سے پہلے ایران پر دوبارہ حملہ نہیں کرے گا۔ انہوں نے ایران کے ساتھ جاری بات چیت کو نتیجہ خیز قرار دیا لیکن ساتھ ہی ایران کو جوہری ہتھیار حاصل نہ کرنے دینے کا راگ بھی الاپا۔ بہرحال انتخابات سے پہلے بڑے پیمانے پر حملے کا امکان کم دکھائی دیتا ہے کیونکہ ایک تو مڈٹرم الیکشن کے دوران کانگرس پر کنٹرول کا معاملہ ٹرمپ اور ان کی جماعت کے لیے اہم ہے۔ ایران کے ساتھ جنگ تیل کی قیمتوں میں اضافہ اور امریکی فوجیوں کی طویل تعیناتی داخلی سیاسی دباؤ بڑھا سکتی ہے اور بڑھ بھی رہا ہے، اسی لیے انتخابات سے پہلے حملے روکنا سیاسی اعتبار سے قابل فہم حکمت عملی ہے۔ اس کے برعکس اگر مذاکرات مکمل طور پر ناکام ہو جائیں، خطے میں امریکی یا اتحادی تنصیبات پر حملے ہوں یا امریکہ یہ نتیجہ اخذ کرے کہ ایران کے جوہری پروگرام کے بارے میں سفارتی راستہ موثر نہیں رہا تو فوجی کارروائی کا خطرہ بڑھ سکتا ہے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ اس جنگ میں صرف ایران کا نقصان نہیں ہوگا بلکہ علاقائی اتحادی، تیل کی عالمی منڈیاں، اس کی ترسیل اور پوری عالمی معیشت متاثر ہو سکتی ہے۔ ایران کے جوابی حملے بحران کو مزید بڑھا سکتے ہیں۔ دعا ہے کہ پاکستان کی سفارتی کوششیں رنگ لائیں اور عالمی بحران سے دنیا کو چھٹکارا ملے۔

سوال: مسلم ممالک آپس کے اختلافات میں اُلجھے ہوئے ہیں یا پھر اپنے اپنے قومی مفادات ہیں، کسی نے واشنگٹن کو اپنا قبلہ بنایا ہوا ہے، کسی نے ماسکو اور کسی نے بیجنگ کو، جبکہ اسرائیل کا مقصد واضح تھا اور ہر گزرتے دن کے ساتھ وہ اپنے مقصد کی تکمیل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ایسی صورتحال میں مسلم ممالک کیا حکمت عملی اختیار کریں کہ خطے میں امن قائم ہو اور اُمت مسلمہ کے اچھے دن آئیں؟

مصطفیٰ کمال پاشا: خلافت عثمانیہ کے خاتمے کے بعد جو نظام برطانیہ نے قائم کیا تھا اور پھر امریکہ نے جس کی قیادت سنبھالی تھی وہ نظام اب نئے حالات اور واقعات کی روشنی میں قائم رہتا ہوا نظر نہیں آ رہا۔ امریکہ کو جو سپریم پاور کی حیثیت حاصل تھی وہ تو تار تار ہو چکی ہے۔ چین نے ڈوبتے ہوئے روس کو بھی اپنے ساتھ ملا کر ایک طاقت دے دی ہے۔ چین اب معاشی طور پر اپنی برتری ثابت کر چکا ہے، عسکری طور پر اس کی برتری کے بارے میں مغرب میں خوف پایا جاتا ہے حالانکہ مغرب نے چین کی عسکری طاقت کی ابھی صرف دو تین جھلکیاں ہی دیکھی ہیں۔ 1: جب ہانگ کانگ واپس لیا، 2: تائیوان پر موقف اور 3: آخری پاک بھارت جھڑپ میں چینی ٹیکنالوجی کی برتری جبکہ بھارت کے پاس مغرب اور اسرائیل کی ٹیکنالوجی تھی۔ پھر ایران امریکہ جنگ نے بھی امریکہ اور یورپ کا پول کھول دیا ہے۔ امریکہ کے اس خطے سے جانے کے بعد طاقت کا جو خلا پیدا ہوگا، اس کو امریکہ ایسے ہی بھرنے کی کوشش کر رہا ہے جس طرح دوسری جنگ عظیم کے بعد جب برطانوی کالونیل نظام ختم ہوا تھا تو اس کی جگہ اُس نے دولتِ مشترکہ کا نظام تشکیل دے کر اپنے مفادات کو، اپنے مراعات یافتہ طبقات کو تحفظ دیا تھا اور وہ طبقات ابھی تک موجود ہیں۔ اسی طرح امریکہ یہاں اتحاد بنا کر علاقے میں کشیدگی کو برقرار رکھے گا۔ یعنی ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے والے جو دو گروہ پیدا ہوں گے وہ دونوں ہی مسلمان ہوں گے۔ ایک طرف مکہ معاہدہ اور بدر میں شامل مسلم ممالک ہیں اور دوسری طرف ایران، لبنان اور عراق وغیرہ پر مشتمل گروہ ہے۔

رضاء الحق: پہلی بات یہ ہے کہ ہم اپنے دوست دشمن کی پہچان کریں۔ قرآن پاک اس حوالے سے ہمیں واضح رہنمائی دیتا ہے:

(باقی صفحہ 17 پر)

> مکہ معاہدہ دفاعی تحفظ کا مصداق ہے جبکہ معاہدہ بدر دفاعی خود انحصاری اور صنعتی قوت کا۔ اگر ان دونوں کو سفارت کاری، باہمی اعتماد اور مشترکہ معاشی ترقی کے ساتھ آگے بڑھایا جائے تو یہ مسلم دنیا کی اجتماعی قوت میں اضافے کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔

سالانہ اجتماع کی اہمیت، ضرورت اور تقاضے

ابوعبداللہ

سالانہ اجتماع محض لوگوں کے جمع ہونے، تقاریر سننے یا چند رسمی سرگرمیوں کا نام نہیں، بلکہ یہ اپنے ایمان کو تازہ کرنے، اپنے مقصد کو سمجھنے، اپنی کمزوریوں کا جائزہ لینے، باہمی تعلقات مضبوط کرنے اور آئندہ کے لیے عملی منصوبہ بندی کرنے کا ایک اہم موقع ہے۔

وحدتِ اُمت کا ذریعہ

اسلام ہمیں اتحاد، اخوت اور باہمی محبت کا درس دیتا ہے۔ سالانہ اجتماع ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ ہم الگ الگ افراد نہیں، بلکہ ایک بڑی اُمت کا حصہ ہیں۔ ہمارے مقاصد مشترک ہیں اور ہماری ذمہ داریاں بھی مشترک ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران: 103) ''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں نہ پڑو۔''

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ اجتماعیت کی اصل بنیاد اللہ کی کتاب، اُس کے دین اور حق پر قائم رہنا ہے۔ سالانہ اجتماع ہمیں یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں، باہمی اختلافات کو حکمت سے حل کریں اور ایک دوسرے کے ساتھ اخوت و محبت کا معاملہ کریں۔

ایمان اور تعلق باللہ کی تجدید

انسان روزمرہ کی مصروفیات میں کبھی اپنے اصل مقصد سے غافل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی دوڑ، کاروبار، ملازمت اور گھریلو ذمہ داریاں اس کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ایسے میں دینی اجتماعات انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد) ''خبردار! اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔''

سالانہ اجتماع کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں ایمان کی حرارت پیدا ہو، قرآن سے تعلق مضبوط ہو، نماز کی پابندی بڑھے اور ہماری زندگیوں میں تقویٰ و اخلاص پیدا ہو۔ لیکن یاد رکھیے! اجتماع کی کامیابی صرف اس بات میں نہیں کہ ہم نے کتنی اچھی تقریریں سنیں، بلکہ اصل کامیابی یہ ہے کہ اجتماع کے بعد ہماری زندگی میں کتنی مثبت تبدیلی آئی۔

مقصدِ زندگی اور ذمہ داریوں کا شعور

ایک مسلمان کی زندگی بے مقصد نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی بندگی اور نیک اعمال کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاریات) ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

سالانہ اجتماع ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد صرف ذاتی ترقی، معاشی کامیابی یا دنیاوی مفادات نہیں، بلکہ اللہ کی رضا حاصل کرنا اور اپنی ذات، خاندان اور معاشرے کو نیکی کی طرف لے جانا بھی ہے۔ ہمیں اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے: کیا ہماری نمازیں درست ہیں؟ کیا ہمارے اخلاق قرآن و سنت کے مطابق ہیں؟ کیا ہم اپنے گھر والوں کے حقوق ادا کر رہے ہیں؟ کیا ہم اپنے معاشرے میں خیر، عدل اور اصلاح کو فروغ دے رہے ہیں؟ کیا ہم اپنی ذمہ داریاں دیانت داری سے ادا کر رہے ہیں؟ یہ خود احتسابی سالانہ اجتماع کی روح ہے۔

دعوت و اصلاح کے جذبے کو مضبوط کرنا

اسلام ہمیں صرف اپنی اصلاح تک محدود نہیں رکھتا بلکہ دوسروں کی بھلائی کی فکر بھی سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ﴾ (آل عمران: 104) ''اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے۔''

سالانہ اجتماع دعوت، تربیت اور اصلاح کے جذبے کو تازہ کرنے کا موقع ہے۔ یہاں ہم سیکھتے ہیں کہ لوگوں تک دین کی بات حکمت، محبت، خیر خواہی اور اچھے اخلاق کے ساتھ کیسے پہنچائی جائے۔ دعوت کا مطلب لوگوں کی تحقیر کرنا، ان کی غلطیوں کو اچھالنا یا ان پر اپنی برتری ثابت کرنا نہیں، بلکہ محبت کے ساتھ حق کی طرف رہنمائی کرنا ہے۔ ایک حقیقی دینی کارکن وہ ہے جس کے کردار سے لوگوں کو دین کی خوبصورتی نظر آئے، جس کی زبان سے خیر نکلے اور جس کے رویے سے دوسروں کو عزت و احترام ملے۔

کارکنوں کی تربیت اور صلاحیتوں میں اضافہ

کسی بھی دینی، اصلاحی یا سماجی تحریک کی کامیابی کے لیے تربیت یافتہ، مخلص اور باکردار کارکن ضروری ہیں۔ سالانہ اجتماع کارکنوں کو سیکھنے، تجربات کے تبادلے، اپنی کمزوریوں کو پہچاننے اور بہتر انداز میں ذمہ داریاں ادا کرنے کا موقع دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾ (سورۃ الصف) ''بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُس کی راہ میں صف بستہ ہو کر اس طرح لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔''

اس آیت میں منظم اور مضبوط صفوں کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔ ہماری اجتماعی زندگی میں بھی نظم، ذمہ داری، باہمی اعتماد اور مقصد سے وابستگی بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ذمہ داران کو چاہیے کہ وہ کارکنوں کی حوصلہ افزائی کریں، اُن کی صلاحیتوں کو نکھاریں، اُن کی مشکلات سنیں اور ان کے ساتھ عزت و محبت کا معاملہ کریں۔ کارکنوں میں امتیاز، تحقیر یا غیر منصفانہ رویہ اجتماعیت کو کمزور کر سکتا ہے

نظم و ضبط اور باہمی مشاورت

اجتماعی کام صرف جذبات سے نہیں چلتا؛ اس کے لیے حکمت، منصوبہ بندی، نظم و ضبط اور مشاورت بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ﴾ (الشوریٰ:38) ''اور ان کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔''

سالانہ اجتماع میں گزشتہ سال کی کارکردگی کا جائزہ لینا، مشکلات کو سمجھنا، غلطیوں کی اصلاح کرنا اور آئندہ کے اہداف طے کرنا چاہیے۔ ایک کامیاب اجتماع وہ ہے جس میں صرف ہدایات نہ دی جائیں بلکہ کارکنوں کی آراء بھی سنی جائیں، مسائل کا منصفانہ حل نکالا جائے اور ذمہ داریوں کی واضح تقسیم ہو۔

اجتماع کے بعد عملی تبدیلی

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ سالانہ اجتماع منزل نہیں، بلکہ منزل کی طرف سفر میں ایک اہم پڑاؤ

ہے۔ اگر اجتماع میں شرکت کے بعد ہماری نمازوں میں بہتری نہیں آتی، ہمارے اخلاق نہیں سنورتے، ہمارے معاملات میں دیانت نہیں آتی، ہمارے اندر خدمتِ خلق کا جذبہ نہیں بڑھتا اور ہماری اجتماعی ذمہ داریاں بہتر نہیں ہوتیں، تو ہمیں اپنی شرکت کے مقصد پر غور کرنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ)) (صحیح بخاری و مسلم)

''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

لہٰذا اجتماع میں ہماری نیت اللہ کی رضا، اُخروی نجات، اپنی اصلاح، دوسروں کی خیرخواہی اور جائز اجتماعی ذمہ داریوں کی بہتر ادائیگی ہونی چاہیے۔ ہمیں اجتماع سے واپسی پر چند عملی عہد کرنے چاہئیں: نماز اور قرآن سے اپنا تعلق مضبوط کریں گے۔ اپنے اخلاق اور معاملات کی اصلاح کریں گے۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ محبت، انصاف اور احترام کا رویہ رکھیں گے۔ اپنی ذمہ داریوں کو وقت پر اور دیانت داری سے ادا کریں گے۔ اپنے خاندان اور معاشرے میں خیر و بھلائی کے لیے عملی کوشش کریں گے۔

اجتماع کی کامیابی کا اصل معیار

کسی اجتماع کی کامیابی کا معیار صرف حاضرین کی تعداد، جلسے کی رونق، تقریروں کی طوالت یا انتظامات کی خوبصورتی نہیں ہے۔ یہ چیزیں اپنی جگہ اہم ہو سکتی ہیں، لیکن اصل معیار یہ ہے کہ اجتماع نے انسانوں کے دلوں، کردار اور عمل پر کیا اثر ڈالا۔ کیا ہمارے اندر اخلاص بڑھا؟ کیا ہمارے درمیان محبت بڑھی؟ کیا ہم نے اپنی غلطیوں کی اصلاح کی؟ کیا ہم نے اپنے فرائض کو بہتر طور پر سمجھا؟ کیا ہم نے کسی ضرورت مند کی مدد کی؟ کیا ہم نے اپنے معاشرے کے لیے کوئی مفید قدم اُٹھایا؟ اگر ان سوالات کے جواب مثبت ہیں تو اجتماع کے اثرات ہماری زندگیوں میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ۗ﴾ (سورۃ الرعد: 11) ''بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔''

اس آیت سے ہمیں اپنی اصلاح اور عملی جدوجہد کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔ اجتماع سے حاصل ہونے والے پیغام کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کرنا ہماری اہم ذمہ داری ہے۔

اختتامی پیغام

آیئے! ہم عہد کریں کہ ہمارا سالانہ اجتماع محض ایک یادگار تقریب نہیں ہوگا، بلکہ ہماری زندگیوں میں مثبت تبدیلی کا ذریعہ بنے گا۔ ہم اختلافات کو نفرت میں تبدیل نہیں ہونے دیں گے۔ ہم ایک دوسرے کی عزت کریں گے، ذمہ داریوں میں عدل سے کام لیں گے، مشاورت کو فروغ دیں گے اور اپنی تمام جائز اجتماعی کوششوں میں اخلاص، دیانت اور حسنِ اخلاق کو مقدم رکھیں گے۔ ہم قرآن کو اپنا رہنما، سنت رسول ﷺ کو اپنا نمونہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اُخروی نجات کو اپنی زندگی کا مقصد بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اجتماعات کو ایمان کی تازگی، کردار کی تعمیر، امت کے اتحاد، انسانیت کی خدمت اور نیکی کے فروغ کا ذریعہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں کو خالص فرمائے، ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے، ہمارے درمیان محبت و اخوت پیدا فرمائے اور ہمیں اپنے دین کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین! ❁❁

پریس ریلیز 30 اکتوبر 2026ء

پنجاب اسمبلی میں حرمتِ قرآن کے تحفظ کے لیے پیش کردہ ترمیمی بل جلد از جلد منظور کیا جائے۔ توہینِ رسالت و مقدسات کے ثابت شدہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دے کر اُس پر عمل درآمد کیا جائے۔ قرآن پاک کے جن نسخوں کی توہین کی گئی ہے اُنہیں پاک کر کے جلد از جلد شرعی طریقے سے دفنایا جائے۔

شجاع الدین شیخ

پنجاب اسمبلی میں حرمتِ قرآن کے تحفظ کے لیے پیش کردہ ترمیمی بل جلد از جلد منظور کیا جائے۔ توہین رسالت و مقدسات کے ثابت شدہ مجرموں کو قرار واقعی سزا دے کر اُس پر عمل درآمد کیا جائے۔ قرآن پاک کے جن نسخوں کی توہین کی گئی ہے اُنہیں پاک کر کے جلد از جلد شرعی طریقے سے دفنایا جائے۔ امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے پنجاب اسمبلی میں قرآن مجید کے تقدس و تحفظ کے حوالے سے پیش کیے جانے والے مجوزہ ترمیمی بل کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے مطالبہ کیا کہ اسے مزید تاخیر کے بغیر ایوان میں پیش کر کے جلد از جلد منظور کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتابِ ہدایت اور اُمّتِ مُسلمہ کا سب سے مقدس سرمایہ ہے۔ اس کی حرمت و عظمت کا تحفظ ہر مسلمان کے ایمان کا لازمی تقاضا اور ریاستِ پاکستان کی آئینی و دینی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید کی طباعت و اشاعت میں اغلاط کی روک تھام، اُس کے جزوی یا کلی طور پر شہید نسخوں کی شریعت کے مطابق باادب تلفی اور سوشل میڈیا پر قرآنی آیات کی بے حرمتی کے سدِّ باب کے لیے مؤثر قانونی اقدامات ناگزیر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب اسمبلی میں ''پنجاب قرآنِ مجید (اشاعت و ریکارڈنگ) ایکٹ 2011ء'' میں مجوزہ ترامیم کو حکومت اور تمام پارلیمانی جماعتیں سیاسی اختلافات سے بالاتر ہو کر دیکھیں اور بل کی منظوری میں غیر ضروری تاخیر نہ ہونے دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ قانون پر مؤثر عمل درآمد، نگرانی اور خلاف ورزی کے مرتکب عناصر کے خلاف بلا امتیاز قانونی کارروائی کو بھی یقینی بنایا جائے۔ پھر یہ کہ وفاق اور دیگر تمام صوبوں کی سطح پر بھی اس نوعیت کی قانون سازی کی جائے۔ سوشل میڈیا پر جاری توہین مقدسات اور قابلِ اعتراض مواد کو بلاک کرنے کے لیے بھی اقدامات اُٹھائے جائیں۔ حکومتی ادارے ملزمان کے خلاف مقدمات جاری رکھیں اور اُنہیں منطقی انجام تک پہنچا کر مجرموں کو قرار واقعی سزا دیں، لیکن قرآن پاک کے اُن نسخوں سے ثبوت جمع کرنے، اُنہیں پاک کرنے اور پھر اُن کی شرعی طریقے پر تدفین کے لیے فی الفور اقدامات کیے جائیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ پاکستان کا قیام ایک نظریاتی مقصد کے تحت عمل میں آیا تھا اور مملکت کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ قرآن و سنت کی بالادستی اور شعائرِ اسلام کے احترام کو یقینی بنائے۔ محض قانون سازی کافی نہیں، بلکہ قرآن مجید کے حقوق کی ادائیگی اور اس کی تعلیمات کو انفرادی و اجتماعی زندگی میں نافذ کرنے کی سنجیدہ کوشش بھی ضروری ہے۔ اسی میں ہماری دنیوی و اُخروی کامیابی مضمر ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

عامرہ احسان
amirajalil@gmail.com

انتخابی معرکے کے جمہوریت کے تحت جمہور، یعنی عوام الناس پر حکمرانی کے اہل ترین افراد کا چناؤ دنیا کو لاحق ہے۔ فوری طور پر تو انتخابی بخار، امریکہ (وسط مدتی انتخابات) اور اسرائیل میں عروج پر ہے۔ ٹرمپ اور نتین یاہو شدید جنگی جنون سے تپ رہے ہیں۔ ایران پر حملے کی دھمکیاں۔ ٹرمپ، ڈیموکریٹ مضبوط امیدواروں پر چڑھائی کرتے، لگے ہاتھوں اسلاموفوبیا اور امیگرینٹ (تارکین وطن، امریکہ میں آبسنے والوں) پر شب و روز زبان آوری کے شعلے برسا رہے ہیں۔

ٹرمپ اور نتین یاہو کا پارہ دیوں بہت چڑھ گیا کہ برازیل کے انتخابات میں چوتھی مرتبہ عوام نے لولا ڈی سلوا ہی کو صدارت کے لیے پھر منتخب کرلیا۔ اس کی مہم کا مرکزی نکتہ برازیل کی خودمختاری پر کوئی سمجھوتا نہ کرنا تھا۔ ٹرمپ کے ہاتھوں بے پناہ سفارتی اور تجارتی دباؤ کا مقابلہ کرتے! 'یہ ملک کسی کا پچھلا صحن بن کر رہنا قبول نہ کرے گا'۔ فیکٹری کے مزدور کی حیثیت سے سیاست تک منزلیں مارتا، اسرائیل کا شدید مخالف (ICC)، بین الاقوامی فوجداری عدالت کے فیصلے کا حمایتی جیت گیا۔ یہ بدشگونی کی علامت، (توہمات کی دنیا میں) گلوبل سطح پر غزہ سے محبت اور ہمدردی کا استعارہ بن گیا۔

امریکہ، اسرائیل کے بعد فرانس اور بھارت کو آئندہ چند ماہ میں انتخابات کا سامنا کرنا ہے۔ سو وہاں بھی تبدیلی کی لہر، عدم اطمینان کا اظہار، نوجوانوں کی سطح پر بالخصوص یورپ بھر کو لپیٹ میں لیے چلا گیا۔ پچھلی صدی میں جب جمہوریت خدائی کے درجے پر متمکن تھی، اقبال نے حقیقت بیان کردی تھی۔

دیوئے استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے آزادی کی ہے نیلم پری

قرآن سے مستنیر دل و نگاہ نے اس کی حقیقت کو کھول کر رکھ دیا تھا۔ ہم خود انڈے کی جمہوریت، استعماریت کی باقیات سینے سے لگائے، اس کے چرکے سہتے چلے آرہے ہیں۔ ملک میں حکمرانی، جابرانہ استحصال اور بدعنوانی، آمریت کا دوسرا نام رہا ہے۔ نااہلی، بددیانتی کی بدروح جمہوری قالب میں کارفرما ہے۔ ادھر اسرائیل میں نتن یاہو کو لالے پڑے ہوئے ہیں کامیابی کے۔ 21 فی صد مسلمان اسرائیلی شہریوں کی دو پارٹیوں اور اسرائیلی مخالف پارٹیوں نے بلاک بنا کر یاہو کے خلاف انتخاب لڑا۔ نتائج میں کسی پارٹی کی واضح اکثریت کے امکان کم ہیں اور حکومت سازی انتشار کا شکار ہونے کو ہے۔ لیکن فلسطینیوں اور مسلمانوں کے لیے یہ شر قائم رہے گا! اپنی صہیونی انتہاپسندی پر سیاسی کیریئر بنانے والے نے ظلم کے بین الاقوامی ریکارڈ فلسطینیوں پر توڑ ڈالے۔ مگر اب انہی صہیونیوں میں سے امریکی ارب پتی، بل آک مین جو ٹرمپ اور نتین یاہو کے لیے فنڈ فراہم کرتا رہا، کہتا ہے کہ (انتہاپسندی کی انتہا پر عمل کر کے) 'پچھلے وزراء بن گویر اور سموٹرچ نے اسرائیل کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔ اسرائیل سے نفرت کی شدت اب دنیا بھر کا ہر جیتا جاگتا باشعور انسان بلاتفریق مذہب و نسل رکھتا اور برتتا دیکھا جاسکتا ہے۔ اب یہودی کان پر جوں رینگی کہ تکبر اور بے رحم جبر نے خوف یا رعب کی جگہ انہیں (بلاتفریق) لائقِ نفرین بنا دیا۔ بہرطور اس صہیونی نے لکھا ہے کہ نتن یاہو نے ایک اچھا کردار ادا کیا ہے، اسرائیل کے دفاع اور تحفظ کا! اس سے جمہوری اقدار کے لیے جمہوریوں کے منہ کھول دینے والوں کی انسانیت سے محبت اور معیار حکمرانی کھل کر سامنے آجاتا ہے۔

دنیا بھر میں یہودیوں، صہیونیوں اور ان کے آلہ کاروں سے نفرت بلاسبب تو نہیں۔ انتخابات کے لیے ان مہم جوؤں نے آخری دنوں میں بھی غزہ یونیورسٹی پر ہوائی حملہ کیا جب تعلیم جاری تھی۔ عملے اور طلبہ میں 3 شہید اور 8 زخمی ہوئے۔ یہ امن معاہدے کے دوران ہو رہا ہے جنگ بندی کے بیچ۔ 95 فی صد عمارات پہلے تباہ ہوچکیں۔ جبکہ 20 ہزار سے زائد طلبہ، ایک ہزار سے زائد اساتذہ اور کچھ عملہ غزہ جنگ میں شہید اور 32 ہزار کے قریب زخمی ہوئے۔ 21,500 بچے شہید ہوئے۔

مغربی کنارے کے جنوبی شہر الخلیل کی فوجی چوکی پر 2 فلسطینی نوجوانوں نے مسلح حملے میں (23 اکتوبر) دو اسرائیلی فوجی ہلاک اور 4 زخمی کردیے تھے۔ حملہ آور شہید کردیے گئے۔ مگر بدلہ چکانے کے لیے فلسطینیوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ 2500 فلسطینی بے دخل کر کے مکانات مسمار کردیے۔ قبضہ مزید حق ٹھہرا اسرائیلیوں کا۔ شہر کا محاصرہ کر کے درجنوں فلسطینی اغوا، آبادکاروں کے جتھے دو دن سے شب و روز گھروں پر چھاپوں، فوجی گاڑیوں، ٹرکوں نے آبادی پر قہر توڑ رکھا ہے۔ رملہ، دیرالبلاح کے دیہاتوں، قصبوں، بیت اللحم، بیت حنینہ سب زیرعتاب ہیں۔ موخرالذکر علاقے میں حنان الرجبی کا گھر ڈھایا جس میں وہ شوہر اور پانچ بچوں کے ساتھ مقیم تھی۔ 60,000 شیکل کا جرمانہ بھی کیا۔ سو یہ ایک دن بعد ہونے والے انتخابات کی تیاری تھی! کہاں تک پڑھو گے کہاں تک، کب تک تماش بین رہو گے، اے اہل اُمت!

ایسے میں ہم مسلمانوں کا حال ملاحظہ ہو۔ ماہ اکتوبر میں راقمہ کے کالم پر (راکھ کا ڈھیر) ایک قاری نے متوجہ کیا کہ 'الاقصیٰ (قبلۂ اول، مقام معراج النبیؐ) جو آپ نے لکھا اسے درست کریں۔ قبلۂ اول خانہ کعبہ ہے!'

دوسرے پارے کا آغاز قرآن پاک میں تحویلِ قبلہ کی ابتدائی آیت سے ہو رہا ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (اللہ کے حکم سے ہی) مکہ مکرمہ میں 13 سال اور ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں سولہ سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ باضابطہ حکم سورۃ البقرہ کی آیت 144 میں آجاتا ہے۔ 'لو اب ہم اسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد الحرام کی طرف رخ پھیر دو۔ اب جہاں کہیں تم ہو، اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو'۔ یہ حکم 2 ہجری میں نازل ہوا۔ تقریباً چودہ سال بیت المقدس/مسجد

الاقصیٰ کی طرف رخ رہا نماز میں! اس لیے یہ قبلۂ اول ٹھہرا۔ چنانچہ ظہر کی ادائیگی کے دوران نزولِ حکم کے ساتھ ہی آپ کی اقتدا میں پوری جماعت نے رخ خانہ کعبہ کی طرف پھیر لیا۔

قصور لکھنے اور تصحیح کا مطالبہ کرنے والے کا نہیں۔

اس نظامِ تعلیم کا ہے جو کالم پڑھنے کے قابل تو بنا رہا ہے لیکن قرآن پاک کی پہلی سورت، بنیادی عقائد تک سے محروم رکھ رہا ہے۔ بیت المقدس، مسجد الاقصیٰ کی خاطر تین سال 23 لاکھ غزہ کی آبادی نے اپنے بیٹے، مرد و زن، ننھے بچے، 90 فی صد سرزمین اسرائیلیوں کے ظلم کے بھینٹ چڑھا دی۔ عورتوں، بچوں کے چیتھڑے اُڑ گئے اور مغربی (کافر) دنیا تڑپ کر مظاہروں سے گلوب پورے کو تھرا دیتی رہی۔ مگر ہماری نوجوان نسل اپنی تاریخ، جغرافیہ، عنداللہ بحیثیت اُمتی، اپنی ذمہ داری تک نہ پہچان پائی؟ جبکہ قرآن اور سیرت رسول ﷺ (جو انسانیت روز اول سے یعنی قرآن اور دورِ صحابہؓ کی تاریخ ہی ہے۔) ہمارا نصاب زندگی ہے۔ جسے پڑھے، جانے بغیر ہم یکسر ان پڑھ (Illiterate) ہیں۔ یہ لازم فرض علم (جو قبر کے سوالوں کا بھی حصہ ہے) نہ ہم پہنچانا خلاف آئین پاکستان بھی ہے اور والدین کی زبردست کوتاہی بھی، جو دنیاوی تعلیم کے لیے امریکہ، یورپ زمینیں تک بیچ کر تعلیم دلواتے ہیں! تلخ نوائی پر معذرت۔ مگر کالم کے عنوان کے پس پردہ شعر کا معنی بھی یہی ہے۔ کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاقی!

رہا الخلیل پر حملہ.....؟ یہ شہر ابراہیم علیہ السلام (خلیل اللہ) کے نام پر ہے۔ جہاں مسجد ابراہیم ہے۔ حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب، ان کی ازواج مطہرات، حضرت یوسف علیہم السلام سب کی مبارک قبریں یہاں مکفیلہ غار میں موجود ہیں۔ یہ مسحور کن خوشبو دار کہانی باذن اللہ پھر سہی۔ اللہ پاک اس مبارک سرزمین کو مسلمانوں کے عظیم ورثے کو ہمیں لوٹا دے۔ (آمین)

فی الوقت تو پاکستان خود عجب دور سے گزر رہا ہے۔ اپنی شناخت، حقیقی مقام و کردار سے عاری! عوام الناس شدید عدم تحفظ اور معاشی بحران کا شکار ہیں۔ ہیومن رائٹس کمیشن کی رپورٹ کے مطابق اکتوبر 2025ء سے اب تک 670 سے زیادہ پولیس مقابلوں میں، (ماورائے عدالت) ہلاکتیں پنجاب میں ہو چکیں۔ ڈان: 22 فروری میں زوہا وسیم کا مضمون: "یہ عام سی بات بن چکی ہے کہ ملزم کو لاتے لے جاتے گرفتاری کے دوران، اچانک ہی جا بجا پولیس/قانون نافذ کرنے والوں کو ملزم کے ساتھیوں کی طرف سے حملے کا سامنا ہو جاتا ہے۔ جس پر پولیس کو جواب دینا پڑتا ہے۔ اور پھر ہمیشہ شہری مارے جاتے ہیں۔ اداروں والے یا صاف بچ جاتے ہیں یا تھوڑا بہت زخمی ہو جاتے ہیں"۔ ایک کارٹون میں میزانِ عدل (علامت سپریم کورٹ) کے ایک پلڑے پر زور آور پولیس جو تار رکھے ہاتھوں میں بندوق تانے تڑتڑ گولیاں داغ رہا ہے۔ میزان ادھ موا ہوا پڑا ہے۔ عالمی سطح پر ٹرمپ اور نتن یاہو کے دورِ اقتدار نے دنیا بھر کو درہم برہم کر دیا!

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

❁❁❁

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(22 تا 28 اکتوبر 2026ء)

جمعرات 22 اکتوبر: مرکزی اسرہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔ بعد نماز عصر مسجد عثمان، فاران کلب گلشن اقبال کراچی میں معاون مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت جناب قیصر جمال فیاضی صاحب کی صاحبزادی کا نکاح پڑھایا۔

جمعۃ المبارک 23 اکتوبر: خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، ڈیفنس کراچی میں ارشاد فرمایا۔ بعد نماز جمعہ مشیر خصوصی برائے مالیات و رابطہ جناب فیصل منصوری سے مختصر ملاقات کی نیز ظہرانہ پر چند رفقاء سے ملاقات رہی۔

ہفتہ 24 اکتوبر: صبح حلقہ بلوچستان کے تنظیمی و دعوتی دورہ کے حوالہ سے نائب ناظم اعلیٰ جناب سید نعمان اختر کے ہمراہ کوئٹہ روانگی ہوئی۔ دن میں مرکز حلقہ میں ذمہ داران حلقہ سے باہمی تعارف، علاقائی حالات پر گفتگو نیز سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ بعد از نماز ظہر تا سہ پہر حلقہ کے کل رفقاء کے اجتماع میں حلقہ کا تعارف، سوال و جواب کی نشست اور بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا۔ بعد نماز مغرب مسجد تقویٰ، سیٹلائٹ ٹاؤن میں "سورۃ الحج کے آخری رکوع" کے حوالہ سے درس قرآن دیا۔

اتوار 25 اکتوبر: صبح پرائیویٹ اسکول ایسوسی ایشن کے سربراہ جناب ملک عبدالرشید کاکڑ سے ملاقات ہوئی۔ متفقہ نصاب قرآن کی تدریس اور تربیتِ اساتذہ کے حوالہ سے مفید گفتگو ہوئی۔ دن 11 بجے پریس کلب کوئٹہ میں "دین اسلام کا عالمی غلبہ اور ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب کیا اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ نماز عصر تا عشاء مرکز حلقہ میں رفقائے تنظیم کی محنت سے مدعو علماء کرام، آئمہ مساجد اور اساتذہ کرام کے اجتماع میں فکر و دعوت تنظیم، منہج، اسلاف سے مضبوط تعلق کی ضرورت، حالات حاضرہ، متفقہ نصاب قرآن اور مشترکات کے حوالہ سے گفتگو کی نیز شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔

پیر 26 اکتوبر: دن میں کراچی واپسی ہوئی۔

منگل 27 اکتوبر: دن میں "الکوثر یونیورسٹی کراچی" کے طلبہ و انتظامیہ کی دعوت پر "اقامت دین" کے موضوع پر گفتگو کی اور شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد ازاں اساتذہ اور ذمہ داران سے ملاقات بھی ہوئی اور آئندہ کے کچھ پروگراموں کے حوالہ سے تبادلہ خیال ہوا۔

بدھ 28 اکتوبر: بعد نماز عصر ایک رشتہ دار (کزن) کی نماز جنازہ پڑھائی۔ تدفین میں شرکت اور تذکیری گفتگو بھی کی۔

معمول کی مصروفیات: نائب امیر صاحب سے مستقل رابطہ رہا نیز مختلف تنظیمی امور انجام دیئے۔ متفقہ قرآنی نصاب کے حوالہ سے مختلف ذمہ داریاں ادا کیں۔ رفقاء و احباب سے تعزیت و عیادت کے حوالہ سے رابطہ رہا۔

ہماری تربیت میں تین بڑے خلل

ڈاکٹر شیخ یوسف القرضاویؒ

تنظیم اسلامی کے ہر رفیق کے لیے ایک بہت اہم تحریر

شیخ یوسف القرضاویؒ نے اپنی مشہور کتاب: أین الخلل؟ میں ناکامی کی پانچ بڑی اقسام بتائی ہیں۔ ان میں سے تیسری قسم کی بیماری کے متعلق لکھتے ہیں: ہم نے تحریکیں کھڑی کر لیں، جماعتیں بنا لیں، نعرے ایجاد کر لیے، لیکن انسان نہیں بنائے۔ اور یہی ہمارا اصل المیہ ہے۔ تربیت ہے کیا؟ تربیت صرف معلومات دینا نہیں ہے۔ تربیت انسان کے اندر کو بدلنا ہے۔ قرآن اسے ''تزکیہ'' کہتا ہے۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝﴾ (الشمس) ''یقیناً وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا، اور نامراد ہو گیا جس نے اسے آلودہ کر دیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے 13 سال مکہ میں کوئی حکومت قائم نہیں کی، صرف انسان بنائے۔ دارارقم میں وہ تربیت گاہ تھی جہاں ابوبکر و عمر و بلال رضی اللہ عنہم جیسے رجال بنے۔ پھر ان بنے ہوئے انسانوں نے دنیا بدل دی۔ آج ہم نے یہ ترتیب الٹ کر دی ہے۔ ہم انسان بنائے بغیر ہی انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ شیخ یوسف القرضاویؒ کے مطابق آج تربیت میں تین بڑے خلل ہیں:

1۔ روحانی تربیت کا خلل: ہماری مسجدیں آباد ہیں، مگر دل ویران ہیں۔ زبان پر اللہ اکبر ہے، دل میں خوفِ دنیا ہے۔ ہم نے قیام اللیل کو چھوڑ دیا، صبح کے اذکار کو چھوڑ دیا، تنہائی میں اللہ کے سامنے رونے کو چھوڑ دیا۔ ہماری دعوتی سرگرمیاں تو بہت ہیں، مگر اللہ سے تعلق کمزور ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم تھوڑی سی آزمائش پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ جیل، فقر، یا شہرت آتے ہی ہمارا سارا اخلاص بہہ جاتا ہے، کیونکہ جڑیں گہری نہیں تھیں۔ (الا ماشاء اللہ)

2۔ فکری تربیت کا خلل: ہم نے نوجوان کو سوچنا نہیں سکھایا، صرف نعرہ لگانا سکھایا۔ اُسے دلیل نہیں دی، جذبات دیئے۔ وہ سوال کرے تو ہم اسے بدتمیز کہہ کر خاموش کرا دیتے ہیں۔ اسی لیے آج کا نوجوان ایک شکوک و شبہات والی ویڈیو دیکھ کر دین سے بدظن ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی فکری بنیادیں کچی ہیں۔ ہم اسے قرآن کے مقاصد، سنت کی حکمت، فقہ کا تنوع نہیں پڑھاتے۔ بس اپنی جماعت کا لٹریچر رٹا دیتے ہیں۔ ایسا ذہن جو صرف ایک زاویے سے سوچے، وہ کبھی اُمت کی رہنمائی نہیں کر سکتا۔

3۔ اخلاقی اور سلوکی تربیت کا خلل: یہ سب سے تکلیف دہ پہلو ہے۔ ہم اسلام کے نفاذ کی بات کرتے ہیں، مگر آپس میں حسد، غیبت، بدگمانی، وعدہ خلافی اور تکبر میں ڈوبے ہیں۔ ایک ہی صف میں کھڑے دو بھائی ایک دوسرے کا عیب تلاش کر رہے ہیں۔ شیخ یوسف القرضاویؒ کہتے ہیں، اللہ نے فتح اخلاق والوں کو دی ہے، نعرے والوں کو نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا تھا:

(انا نحب الموت کما تحبون الحیاۃ)

''ہم موت سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسے تم زندگی سے محبت کرتے ہو۔''

یہ ان لوگوں کا کردار تھا۔ آج ہم سچ میں خیانت کرتے ہیں، امانت میں کوتاہی کرتے ہیں، اور پھر شکوہ کرتے ہیں کہ اللہ ہماری مدد کیوں نہیں کرتا؟ اس خلل کا نتیجہ کیا نکلا؟ نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری تحریکیں کارکنوں سے بھری ہیں، مگر مردوں سے خالی ہیں۔ شور بہت ہے، اثر کم ہے۔ ہم دوسروں کو بدلنا چاہتے ہیں، خود کو نہیں بدلنا چاہتے۔ علاج کیا ہے؟ علاج وہی ہے جو نبی کریم ﷺ نے کیا تھا۔

1) خلوت کو جلوت پر مقدم کرو: دن بھر کی مصروفیات سے پہلے رات کا ایک حصہ اللہ کے لیے نکالو۔

2) علم کو عمل سے جوڑو: ہر ہفتے ایک آیت، ایک حدیث کو صرف پڑھو نہیں، اس پر جیو۔

3) چھوٹی جماعت میں تربیت لو: پانچ سات مخلص بھائیوں کی ایسی مجلس بناؤ جہاں تم ایک دوسرے کا محاسبہ کر سکو، نصیحت کر سکو۔

یاد رکھیں، خلل اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام آج بھی ویسا ہی کامل ہے جیسا ساڑھے چودہ سو سال پہلے تھا۔ خلل ہم میں ہے۔

جب ہر شخص یہ کہنے کے بجائے کہ ''اُمت میں خلل ہے'' یہ کہے کہ ''مجھ میں خلل ہے اور مجھے اپنی تربیت کرنی ہے'' تو اسی دن سے اُمت کی تربیت شروع ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ!

بقیہ: زمانہ گواہ ہے

﴿وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ﴾ (البقرۃ:120)

''اور (اے نبی ﷺ! آپ کسی مغالطے میں نہ رہیے) ہرگز راضی نہ ہوں گے آپؐ سے یہودی اور نہ نصرانی جب تک کہ آپ پیروی نہ کریں ان کی ملت کی۔''

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ (المائدۃ:81)

''تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔''

آج کل کے دور میں دیکھیں تو ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ اسرائیل، انڈیا اور صیہونی لابی ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ دوسری طرف ہماری اپنی کمزوریاں بھی احادیث میں ہمیں بتا دی گئی ہیں۔ آج ہم کفار کے سامنے کھڑے کیوں نہیں ہو رہے یا مسلم ممالک آپس میں متحد کیوں نہیں ہو رہے اس کی وجہ احادیث میں وَهْنٌ ((حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ)) کی بیماری بتائی گئی۔ مسلم حکمرانوں کو اپنی کرسی اور مال و دولت پیاری ہے، اونچی بلڈنگیں بنانے کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ حالانکہ اس اُمت کو ایک عظیم مشن سونپا گیا تھا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف:9) ''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظام زندگی پر''

ہمیں دنیا میں اللہ کے نظام کو قائم کرنا تھا لیکن اس مشن کو چھوڑ کر ہم دنیا میں پڑ گئے۔ لہٰذا ہمارا یہ حال تو ہونا ہی تھا۔ اللہ کا دین تو آخر دنیا میں غالب ہو کر رہنا ہے، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ ہم اس وعدے کو مدنظر رکھتے ہوئے دین کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ مکہ معاہدہ میں ہی باقی مسلم ممالک کو بھی شامل کریں، الگ الگ معاہدے کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر صیہونی یہ کہتے ہیں کہ ان کے گریٹر اسرائیل کی سرحدیں نیل سے فرات تک ہوں گی۔ ہمیں تو احادیث میں خوشخبری دی گئی ہے کہ خراسان سے اسلامی لشکر نکلیں گے اور یروشلم میں جا کر جھنڈے گاڑیں گے، دجال کے خلاف حضرت مہدی کی نصرت کریں گے۔ حضرت عیسیٰؑ کی دوبارہ تشریف آوری پر اُن کا ساتھ دیں گے، پھر اللہ کا دین پوری دنیا میں قائم ہو گا۔ ہم اس وعدے کو مدنظر رکھ کر آگے بڑھیں۔

❁❁❁

عبادت کی مٹھاس کہاں سے ملتی ہے؟

حق گوئی، نیک صحبت اور آخرت کی فکر

شوکت اللہ شاکر

عبادت صرف نماز، روزے اور تسبیحات کا نام نہیں، بلکہ اس کا اثر انسان کے اخلاق، کردار اور روزمرہ زندگی میں بھی نظر آنا چاہیے۔ سچی عبادت انسان کو سچ بولنا، دوسروں کے حقوق ادا کرنا، برائی سے بچنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دینا سکھاتی ہے۔ مشہور بزرگ حضرت احمد بن حرب رحمہ اللہ کا ایک قول ہماری اصلاح کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

عَبَدْتُ اللهَ خَمْسِينَ سَنَةً، فَمَا وَجَدْتُ حَلَاوَةَ الْعِبَادَةِ حَتَّى تَرَكْتُ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ: تَرَكْتُ رِضَا النَّاسِ حَتَّى قَدَرْتُ أَنْ أَتَكَلَّمَ بِالْحَقِّ وَتَرَكْتُ صُحْبَةَ الْفَاسِقِينَ حَتَّى وَجَدْتُ صُحْبَةَ الصَّالِحِينَ وَتَرَكْتُ حَلَاوَةَ الدُّنْيَا حَتَّى وَجَدْتُ حَلَاوَةَ الْآخِرَةِ

''میں نے پچاس سال اللہ کی عبادت کی، لیکن عبادت کی مٹھاس اس وقت تک نہ پائی جب تک تین چیزیں نہ چھوڑ دیں: لوگوں کو خوش کرنے کی فکر چھوڑ دی، یہاں تک کہ حق بات کہنے کے قابل ہو گیا؛ برے لوگوں کی صحبت چھوڑی تو نیک لوگوں کی رفاقت نصیب ہوئی؛ اور دنیا کی لذتوں میں کھوئے رہنا چھوڑا تو آخرت کی مٹھاس پائی۔''

اس قول میں ہمارے لیے تین اہم سبق ہیں۔

(1) لوگوں کو خوش کرنے کے بجائے حق کا ساتھ دیں

آج ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ حق جانتے ہوئے بھی خاموش رہتے ہیں۔ انہیں ڈر ہوتا ہے کہ سچ بولنے سے رشتہ دار ناراض ہو جائیں گے، دوستیاں ختم ہو جائیں گی یا ذاتی مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ بعض لوگ کسی غلط کام کی مخالفت اس لیے نہیں کرتے کہ کہیں اُن کے تعلقات خراب نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ﴾ (النساء:135)

''انصاف پر مضبوطی سے قائم رہو اور اللہ کے لیے گواہی دو، خواہ وہ خود تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ حق بات کہنے میں اپنے مفاد اور تعلقات کو انصاف پر غالب نہ آنے دیں۔ البتہ حق گوئی کے ساتھ نرمی، حکمت اور اچھا انداز بھی ضروری ہے۔

(2) اپنی صحبت پر نظر رکھیں

انسان اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اگر اس کی مجلسوں میں غیبت، جھوٹ، دوسروں کی تذلیل اور گناہوں کی باتیں عام ہوں تو رفتہ رفتہ اس کے اپنے اخلاق بھی متاثر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے برعکس نیک لوگوں کی صحبت انسان کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ)) (صحیح البخاری و صحیح مسلم)

''آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

آج ہمیں اپنی محفلوں کے ساتھ سوشل میڈیا پر اپنی مصروفیات کا جائزہ بھی لینا چاہیے۔ ہم کن لوگوں کو سنتے ہیں، کن باتوں کو آگے پھیلاتے ہیں اور کس قسم کے مواد میں اپنا وقت گزارتے ہیں؟ یہ سب ہماری سوچ اور کردار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بری صحبت سے بچنے کا مطلب کسی گناہ گار کی اصلاح سے منہ موڑنا نہیں، بلکہ خود کو برائی سے محفوظ رکھتے ہوئے دوسروں کے ساتھ خیر خواہی کرنا ہے۔

(3) دنیا میں رہیں، مگر آخرت کو نہ بھولیں

دنیا کی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں۔ حلال روزی کمانا، اولاد کی تربیت کرنا، گھر والوں کی ضروریات پوری کرنا اور مخلوق کی خدمت کرنا قابلِ قدر کام ہیں۔ اصل خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اہل و عیال، مال، عہدہ، شہرت اور آسائشیں انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت و اطاعت سے بھی بڑھ کر! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا﴾ (القصص:77)

''اللہ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے، اس کے ذریعے آخرت کا گھر تلاش کرو اور دنیا میں سے اپنا حصہ بھی نہ بھولو۔''

آج اگر ہم اپنے اردگرد نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ دنیا کمانے کی دوڑ میں بعض لوگ حلال و حرام کی تمیز، رشتوں کے حقوق اور آخرت کی فکر کو بھول جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنی ضروریات پوری کریں، مگر اس مقصد کے لیے اپنے دین، دیانت اور کردار کو قربان نہ کریں۔

ہماری زندگی کے لیے پیغام

حضرت احمد بن حرب رحمہ اللہ کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کی حقیقی مٹھاس حاصل کرنے کے لیے انسان کو اپنے اندر تبدیلی لانا پڑتی ہے۔ اسے لوگوں کی بے جا خوشنودی کے بجائے حق کا ساتھ دینا، بری صحبت کے بجائے نیک رفاقت اختیار کرنا اور دنیا کی محبت میں کھو جانے کے بجائے آخرت کی تیاری کرنا سیکھنا ہوگا۔ اقامتِ دین کی جدوجہد بھی ایسے ہی کردار کی محتاج ہے۔ صرف نعرے لگانے یا دوسروں کو نصیحت کرنے سے معاشرہ نہیں بدلتا؛ تبدیلی اس وقت آتی ہے جب انسان خود سچائی، امانت، دیانت، صبر اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نمونہ بنے۔ اپنی اصلاح، اپنے گھر کی تربیت اور معاشرے کی خیر خواہی سے اس سفر کا آغاز کیا جا سکتا ہے۔

آیئے! ہم روزانہ اپنا محاسبہ کریں: کیا ہم حق بات کہنے میں مخلص ہیں؟ کیا ہماری صحبت ہمیں نیکی کی طرف لے جا رہی ہے؟ اور کیا ہماری دنیاوی مصروفیات آخرت کی تیاری میں مدد دے رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی عبادت نصیب فرمائے جو ہمارے دلوں کو پاک، کردار کو مضبوط اور زندگی کو اپنی رضا کے تابع کر دے۔ آمین!

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ڈاکٹر آف فزیوتھراپی، صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں!

برائے رابطہ: 0321-3403252

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

اصلاحِ فرد کے قرآنی اصول

مولانا زبیر احمد صدیقی

اصلاحِ فرد کے قرآنی نظام کو "تہذیب اخلاق" سے تعبیر کیا جاتا ہے، تہذیب اخلاق کا مفہوم یہ ہے کہ ہر ہر فرد کے اخلاق درست ہوجائیں اور معاشرے کا ہر فرد درست سمت چل پڑے، قرآن کریم میں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 152، 153 میں افراد کی تہذیب واصلاح کے پانچ اصول بیان کیے گئے ہیں، جنہیں یہاں اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

ذکرِ خداوندی:

اللہ تعالیٰ سے ہر بندے کا ایسا مضبوط رشتہ وتعلق استوار ہو کہ خلوت وجلوت، تنگی وآسانی، راحت ومصیبت میں بندہ اپنے محبوبِ حقیقی کا ہی خیال رکھے، اسی کی رضا کا دم بھرے، یہ تعلق اتنا مضبوط ہوجائے کہ ہر کام سے پہلے یہ تصور اجاگر ہو کہ میرا اللہ اس کام سے راضی ہوگا یا ناراض؟ مجھے بہرصورت اپنے رب کو راضی رکھنا ہے، خواہ اس کے لیے مجھے اپنی جان اور مال سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونا پڑے، قلب وقالب میں اللہ کی اس یاد کا نام "ذکرِ خداوندی" ہے، یادِ الٰہی جسم وجان سے پھوٹ کر زبان تک پہنچتی ہے اور زبان سے بھی اللہ کی دوستی کی مٹھاس چوس کر "اللہ، اللہ" کے ورد سے لطف اندوز ہوتی ہے۔

شکرِ خداوندی:

حق تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت کو اس کے حقیقی محل میں استعمال کرنے کا نام "شکر" اور بے محل استعمال کرنے کا نام "کفرانِ نعمت" ہے، مثلاً مال ورزق بخل اور فضول خرچی سے بچتے ہوئے اپنے اپنے اہل وعیال، اقربا اور فقراء ومساکین کی ضروریات پر خرچ کرنا مال کا شکر ہے اور ناجائز خواہشات کی تکمیل، راہِ ظلم اور نام ونمود کے لیے خرچ کرنا نعمت مال کی ناشکری ہے، ذکر وشکر کی کیفیت پیدا ہونے سے جرائم کا سدِّ باب ہوتا ہے۔ نیز نعمت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔ شکر زبان سے بھی کیا جائے اور اللہ کی ہر نعمت کو مستحضر کر کے الحمدللہ کہا جائے۔

صبر:

جب ضرورت اپنے خالق کے سامنے دستِ سوال دراز کریں، اگر مل جائے تو شکر کریں اور نہ ملے تو برداشت، غیر اللہ کے دروازے پر نہ جائیں، بس اسی کا نام صبر ہے، اہلِ علم نے صبر کی تین اقسام ذکر فرمائی ہیں: اللہ کی فرماں برداریوں پر ثابت قدم رہنا، اللہ کی نافرمانیوں سے پرہیز کرتے رہنا، گناہوں سے بچنے اور نیکیوں پر جمنے کی وجہ سے پیدا ہونے والے ناموافق حالات میں تحمل وبرداشت کا مظاہرہ کر کے اللہ سے امید لگانا۔

صلوٰۃ:

ہر طرح کی خوشی اور غمی کو اللہ کی طرف سے سمجھ کر جبین نیاز صرف اُسی کے سامنے جھکانا اور نماز کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرنا، اللہ کو خوش کر کے دنیا وآخرت کی نعمتوں کو اسی جہت سے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

دعا: اللہ تعالیٰ کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کا نام "دعا" ہے۔ اپنی ہر ضرورت اسی سے مانگنا، رزق، روزی، اولاد، نوکری، جنت اور ہدایت بھی اللہ سے مانگتے رہنا، ملنے کا منتظر رہنا اور جلد بازی نہ کرنا۔

تدبیرِ منزل (اصلاحِ خانہ) کے پانچ اُصول

نکاح سے گھرانہ وجود میں آتا ہے، چند گھر مل کر خاندان اور برادریاں تشکیل پاتی ہیں اور بہت سی برادریوں سے ملک تشکیل پاتا ہے۔ آدمی جب صاحبِ خانہ بنتا ہے تو اُسے کسبِ معاش کی ضرورت پیش آتی ہے، پھر کمائی کے خرچ کرنے کے مصارف بھی متعین کرنا ہوتے ہیں، آپس کے اختلافات کی صورت میں فیصلوں کی نوبت بھی آتی ہے، تربیتِ ازواج واولاد کے لیے تعلیم کا انتظام بھی ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے گھرانہ کی اصلاح کے قوانین بھی مرحمت فرمائے۔ گھر چلانے کی تدبیر اور گھرانہ کی اصلاح کو تدبیرِ منزل کہا جاتا ہے، قرآن کریم نے تدبیرِ منزل کے پانچ اصولوں کی جانب اشارہ کیا ہے۔

کمانا، خرچ کرنا، دیوانی قوانین، فوج داری قوانین، مضبوط نظامِ تعلیم۔ آیئے ان کی کچھ تشریح کر لیتے ہیں۔

1..کمانا:

حصولِ رزق کسی بھی گھرانے کے سربراہ کی بنیادی ذمہ داری ہے، گھر کا نظام کمائی کے بغیر چلانا ممکن نہیں، کمائی کے ذرائع کی جانب سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 144 میں اشارے موجود ہیں۔ کمانے کے لیے عقل کا استعمال کارگر ہے۔ قدرت کی جانب سے کسبِ معاش کے لیے مختلف ذرائع موجود ہیں، قدرتی ذرائع اور خزانوں سے عقل وسمجھ کے استعمال سے مکمل فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، مثلاً لکڑی وافر مقدار میں میسر ہے تو اسے کاٹ کر کشتیاں بنائی جائیں، ان کشتیوں کو تجارت کا ذریعہ بنایا جائے، اسی طرح زمین عطیہ خداوندی ہے اور بارش وپانی رحمت خداوندی ہے۔ انسان زمین میں بیج ڈالیں، بارش کا پانی زمین کو سیراب کرے گا یا پانی سے خود سیراب کریں۔ اللہ تعالیٰ اناج وغلہ فراہم کردیں گے، ایسے ہی لوہا، پٹرول، تانبا، آگ، گیس، لکڑی سب اللہ کی عطا کردہ نعمتیں موجود ہیں، ان چیزوں کو جوڑ کر گاڑیاں، بسیں، ٹرینیں، جہاز تیار کر کے روزی کما سکتے ہیں، جانور بھی حصولِ رزق کا ذریعہ ہیں، انہیں حصولِ رزق میں استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ حصولِ رزق کے یہ تمام ذرائع حق تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ان انعامات سے بندہ لطف اندوز ہوتا ہے، وہی خالق ومالک اور رازق ہے، اس کے انعامات کا تقاضا ہے کہ اس سے قلبی لگاؤ اور حقیقی محبت کی جائے، اسی کو معبودِ برحق سمجھا جائے۔

2..خرچ کرنا:

جو چیز ہم خود تناول کر رہے ہیں یا کسی کو کھلا رہے ہیں تو وہ حلال ہونی ضروری ہے، حرام چیز کا کھانا یا کھلانا ممنوع ہے، اشیاء کو حلال وحرام بنانے والی ذات بھی ذاتِ واحد حق تعالیٰ شانہ کی ہے، وہی ہر چیز کا خالق ومالک ہے، جو اشیاء اس نے انسان کے لیے مفید بنائیں انہیں حلال کردیا اور جو انسان کے لیے غیر مفید تھیں انہیں حرام کر دیا، بعض اشیاء انسان کے لیے اس لیے غیر مفید ہیں کہ ان کے استعمال سے خود انسان کی عظمت وکرامت متاثر ہوتی ہے، مثلاً انسانی گوشت اور بعض اس لیے غیر مفید اور حرام ہیں کہ ان میں خباثت، نجاست یا گندا پن پایا جاتا ہے، مثلاً ذبح کے وقت نکلنے والا خون، مردار یا خنزیر یا معنوی نجاست وخباثت کی وجہ سے ممنوع کردہ اشیاء، مثلاً غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا جانور..... تو ان سب کو حرام قرار دیا گیا۔

3..نظامِ فوج داری:

قرآن میں ظلم کو روکنے اور توڑنے کے لیے نظامِ فوج داری کے دیت وقصاص کا ابدی وسرمدی اصول بیان کیا گیا ہے، اس اصول کی بدولت ظالم بھی مظلوم ہی کی طرح ٹھہرتا ہے، جو سلوک مظلوم کے ساتھ ہوا وہی یا اس

جیسا سلوک ظالم کے ساتھ کیا جاتا ہے، اس قانون قصاص کی حکمت یہ ہے کہ مظلوم ومقتول یا اس کے وارثان کا غیظ وغضب، جذبہ انتقام اور غصہ کی آگ قصاص کی بدولت فرو ہوجاتی ہے اور وہ معاشرہ میں قانون شکنی کی جرأت نہیں کرپاتے، بصورت دیگر وارثان مقتول آتش انتقام میں قانون شکنی کا ارتکاب کرتے ہوئے اپنے مخالفین کو بھسم کر ڈالنے کی سعی کرتے ہیں، جس کا مشاہدہ ہم روز کیا کرتے ہیں، اس قانون قصاص کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جب ایک قاتل وظالم اپنے انجام کو پہنچتا ہے تو تمام لوگ اس کے عبرت ناک انجام کی بدولت اس جرم بد سے دور رہتے ہیں، بڑے سے بڑا مجرم بھی آسانی سے اس جرم کے ارتکاب کی جسارت نہیں کرپاتا، یہی وجہ ہے کہ ماضی قریب یا بعید میں جن پاکیزہ معاشروں میں اسلام کا یہ خوب صورت قانون اپنی اصلی شکل میں رائج رہا وہاں کرائم وجرائم کی شرح نہ ہونے کے برابر رہی۔

4..دیوانی قانون (وصیت):

قرآن کریم نے تدبیر منزل (گھریلو نظام کی اصلاح وتدبیر) کے لیے دیوانی قوانین بھی مختلف مقامات پر تفصیل سے بیان فرمائے، چنانچہ نکاح، طلاق، خلع، ایلاء، عدت، رضاعت، حقوق ازواج، نان، نفقہ، خرید وفروخت کے قوانین، سود، جوا، رہن، امانت، وصیت، وراثت، شہادت اور قسم وغیرہ کے ضابطہ دیوانی کی دفعات تفصیل سے بیان کی ہیں۔ اکثر مفسرین کی تحقیق کے مطابق وراثت کے احکام مقرر ہونے سے قبل یہ حکم اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو مرحمت فرمایا گیا کہ وفات کے وقت اگر مال موجود ہو تو قریب المرگ شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے والدین اور دیگر رشتہ داروں کے لیے اپنے مال کے مناسب حصہ کی وصیت کرے کہ اتنا میرے والد، اتنا میری والدہ اور اتنا حصہ میری اولاد اور اتنا فلاں فلاں رشتہ دار کو دے دیا جائے۔ یہ وصیت کرنا شروع اسلام میں واجب تھا اور اس وصیت کی تعمیل ورثاء پر لازم تھی، وصیت سننے والوں اور گواہوں پر لازم تھا کہ وہ وصیت کو من وعن نافذ کریں، اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کریں، تبدیلی سخت گناہ اور باعث مواخذہ تھی اور آج بھی وصیت کے سلسلہ میں یہی حکم ہے کہ شریعت کے مطابق کی گئی وصیت کو قطعاً نہ بدلا جائے اور حتی الامکان اسے پورا کیا جائے، البتہ وصیت کرنے والا اگر وصیت میں دانستہ یا بھول کر غلطی کررہا ہو تو وصیت کرنے والے کی وصیت کرتے وقت شرعی اصولوں کے مطابق اصلاح کی جاسکتی ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر وصیت کرنے والے کو سمجھایا جائے تو اسے بھی اپنی اصلاح کرلینی چاہیے۔

5..اہتمام تعلیم:

باری تعالیٰ نے گھرانہ کے نظام کی تدبیر واصلاح کے لیے درج بالا جو پانچ راہ نما اصول بیان کیے ہیں ان میں سے ایک تعلیم کا اہتمام وانتظام کرنا بھی ہے، تاکہ گھرانہ نور علم سے منور ہوکر ہمہ قسم کی ضلالتوں وجہالتوں سے اپنے آپ کو بچا کر کے دنیوی واخروی نقصانات سے محفوظ رہ سکے، تعلیم کے لیے چند اساسی ارکان ہیں:

نصاب تعلیم، وقت تعلیم، طریقہ تعلیم۔

نصاب تعلیم تو قرآن کریم ہے، سرچشمہ علم وعمل ہے، جملہ علوم وفنون قرآن کریم سے ہی پھوٹتے ہیں، قرآن کریم سے ہی نظام حیات طے کیا جاسکتا ہے، انسان کی ابتدا سے لے کر انتہا تک، گزشتہ امتوں کی تاریخ سے لے کر آنے والے جہاں کی خبروں تک، انفرادی زندگی سے لے کر قوموں کی حیات تک، فرد کی اصلاح سے لے کر قوموں کی راہ نمائی تک، جہاں داری، جہاں بانی، عقائد، عبادات، اخلاق وآداب، معاملات، اصول تقویٰ، عدل وانصاف، مساوات، اخوت، اقوام عالم سے برتاؤ، دنیا کے حالات، آخرت کے معاملات، جرم اور ان کی سزائیں سبھی کچھ قرآن کریم میں موجود ہیں، انسانی ضرورت کا کوئی نصاب تعلیم قرآن کریم کو شامل کیے بغیر مکمل نہیں کہلا سکتا۔

"وقت تعلیم"

یوں تو پوری زندگی اور زندگی کے تمام ماہ وسال ہیں، لیکن رمضان المبارک کو قرآن کریم سے خاص تعلق ونسبت حاصل ہے، چنانچہ اکثر الہامی کتب وصحائف کا نزول بھی رمضان المبارک میں ہوا اور خود قرآن کریم بھی رمضان المبارک میں اترا، اس لیے ماہ صیام کو خصوصیت سے تعلیم قرآن کے لیے موزوں کہا جاسکتا ہے، حالت صیام وقیام میں تقرب الی اللہ اور فہم قرآن کی استعداد میں اضافہ ہوجاتا ہے، اس لیے یہ مبارک مہینہ تلاوت، سماعت، فہم وتدبر اور تلاوت قرآن کے لیے نہایت موزوں ہے۔

"طریق تعلیم"

اسلوب نبوی سے متعین ہے۔ آپ ﷺ نے جس طرز وانداز سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم قرآن کریم کے زیور سے آراستہ فرمایا وہ امت کے لیے کامیابی وکامرانی کا باعث ہے، آپ ﷺ نے تلاوت آیات کے ساتھ تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ کا اہتمام بھی فرمایا، گویا کہ آپ ﷺ کے طریقہ تعلیم میں چار چیزیں شامل تھیں۔

..الفاظ قرآن کریم کی تلاوت:

آپ ﷺ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت فرماتے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان الفاظ کو دہراتے اور یاد فرماتے اور شب وروز اس کی تلاوت میں مصروف رہتے۔

..معانی قرآن کریم سے آگاہی:

آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کے معانی ومطالب بھی سکھائے، اس لیے قرآن کے مفہوم کو اپنی رائے اور پسند سے متعین کرنے کی اجازت نہیں دی، بلکہ اس عمل کو "تفسیر بالرائے" قرار دے کر اس کی مذمت کی گئی، حقیقت میں جناب رسول اللہ ﷺ کو حق تعالیٰ نے قرآنی الفاظ بھی خود مرحمت فرمائے اور مطالب قرآنی بھی القاء کیے، یہی مطالب ومفاہیم آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھلائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے تلامذہ کو، یوں الفاظ قرآنی کے ساتھ ساتھ معانی قرآن بھی پوری امت اور قیامت تک کے مسلمانوں تک پہنچتے چلے جائیں گے۔

..تعلیم حکمت:

آپ ﷺ معانی قرآن کے ساتھ ساتھ "تفسیر قرآن" حدیث کی شکل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرماتے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم احادیث رسول اللہ ﷺ کو بھی ایسے یاد کرتے جیسا کہ وہ قرآن کریم کو یاد کیا کرتے تھے، یوں ذخیرہ احادیث بھی ذخیرۂ قرآن کی طرح امت کی راہ نمائی کا باعث بن کر محفوظ علم کی شکل اختیار کرگیا۔

..اخلاقی تربیت:

آپ ﷺ صرف الفاظ قرآن ومعانی وتفسیر قرآن کریم پر اکتفا نہیں فرماتے تھے، بلکہ احکام الٰہی کو دلوں میں اتارتے اور عملی طور پر تربیت بھی فرماتے تھے، چنانچہ یہ خصوصیت صرف اسلام کی ہی ہے کہ وہ علم کو برائے معلومات نہیں، بلکہ برائے عمل پڑھاتا ہے، چنانچہ جوں جوں علم بڑھتا چلا گیا ویسے ویسے ہی تربیت وعمل میں بھی اضافہ ہوتا چلا گیا، اسی کا نتیجہ تھا کہ دنیا کی سب سے غیر طاقت ور قوم پورے عالم کی قیادت کا جھنڈا لے کر اٹھی اور دنیا کو جہاں بانی کے نئے انداز واطوار دکھا کر تحسین وداد وصول کی۔ مذکورہ بالا علوم کے علاوہ قرآن کریم نے دنیوی زندگی میں معاون فنون کی جانب بھی اشارے کیے ہیں، ان کا حصول بھی نہایت اہم ہے۔ اللہ ہمارا حامی وناصر ہو۔ آمین!

❁❁❁

بخت نصر اور چنگیز خان

اُمت موسوی اور اُمت محمدی ﷺ کے عروج کے وقت عبرتناک عذابوں کی مماثلتیں اور ان کے کردار

حافظ محبوب احمد خان

بخت نصر (Nebuchadnezzar) اور چنگیز خان تاریخ کے وہ دو خوفناک نام ہیں جنہوں نے بالترتیب بنی اسرائیل (یہودی اُمت) اور مسلم اُمت کو ان کے عروج کے وقت ایسی عبرتناک تباہی سے دوچار کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ دونوں کرداروں نے اپنے وقت کی سب سے عظیم مذہبی اور تہذیبی سلطنتوں کو نیست و نابود کر دیا۔ اُمت موسویہ ﷺ اللہ کی پسندیدہ اور بے شمار انعامات کی حامل اُمت جس پر اللہ تعالیٰ نے توریت' زبور' انجیل جیسی عظیم الشان ہدایت کی حامل کتابیں نازل کیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی اس قوم کی ہدایت کے لیے عظیم الشان اور جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی جن کو روح القدس کی خصوصی تائید بھی حاصل رہی۔ ان انعامات کے باوجود بھی اُمت اخلاقی پستی کا شکار ہوتی رہی جس کے باعث بالآخر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُن کے لیے عذاب کا فیصلہ ہوا۔

ذیل میں ان دونوں کرداروں کی تفصیل' ان کے درمیان مماثلت اور اُن کی تباہ کاریوں کے وقت دونوں اُمتوں کے احوال کا تفصیلی موازنہ پیش ہے:

(1) بخت نصر اور بنی اسرائیل

بخت نصر بابل (Babylon) کا ایک طاقتور اور بے رحم بادشاہ تھا جس نے 586 قبل مسیح یروشلم (بیت المقدس) پر حملہ کیا۔ اُس نے بنی اسرائیل کی سلطنت یہوداہ کو ختم کیا' حضرت سلیمان علیہ السلام کا بنایا ہوا ہیکل سلیمانی (First Temple) مٹی میں ملا دیا' اور تورات کے اصل نسخے جلا دیئے۔ وہ لاکھوں یہودیوں کو قتل کرنے کے بعد ہزاروں کو غلام بنا کر بابل لے گیا' جسے تاریخ میں ''اسیران بابل'' (Babylonian Captivity) کہا جاتا ہے۔

جب اُمتیں اس طرح کے غیر ضروری مباحث میں پڑ جاتی ہیں جن کا تعلق عملی زندگی سے نہیں ہوتا تو معاشرے پر مذہب کی گرفت کمزور ہونا شروع ہو جاتی ہے اور مذہبی طبقہ رہنمائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ وہ مذہب کی حقیقی روح سے خالی ہو جاتا ہے۔ صرف قانونی موشگافیوں پر اپنا وقت صرف کرتا ہے اور معاشرے کے زندہ مسائل سے صرف نظر کرنے لگتا ہے۔ یہی سوچ یہودی مذہبی طبقے میں آ گئی تھی کہ ربیوں (مذہبی پیشواؤں) نے تورات اور تلمود کے قوانین کی تشریح میں اتنی باریک بینیاں پیدا کر دیں کہ مذہب صرف ''کیا حلال ہے اور کیا حرام'' کے چکر میں گم ہو گیا۔ مثال کے طور پر' سبت (ہفتے کے دن) کے دن کتنے قدم چلنا جائز ہے یا کون سا گرہ باندھنا گناہ ہے' جیسے مسائل پر ضخیم کتابیں لکھی گئیں۔ ایک طویل عرصے تک یہودی طبقہ ''کابالا'' (Mysticism) کے مباحث میں اُلجھا رہا۔ وہ حروف اور اعداد کے خفیہ نظام کے ذریعے دنیا کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے' جس نے انہیں مادی سائنس اور دنیاوی سیاست سے دور رکھا۔ یہودی تاریخ میں کئی بار ایسے ''جھوٹے مسیح'' (جیسے شبھائی زیوی) اُٹھے جنہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ یہودیوں کو دنیاوی غلامی سے نجات دلائیں گے۔ روایتی مذہبی طبقہ اُن کے پیچھے لگ کر اپنی عملی صلاحیتیں اور سرمایہ تباہ کرتا رہا' بجائے اس کے کہ وہ اپنی حالت بدلنے کے لیے سیاسی یا اقتصادی کوششیں کرتے۔ باسکالا (یہودی روشن خیالی) سے پہلے' روایتی یہودی معاشرہ سائنسی' فلسفیانہ اور غیر ملکی زبانیں سیکھنے کو گناہ سمجھتا تھا۔ ان کا سارا وقت صرف مذہبی مدارس (Yeshivas) میں تلمود پڑھنے میں گزرتا تھا۔

(2) ہیکل کی تباہی کی پیشین گوئیاں

بنی اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوم کو بار بار خبردار کیا کہ اگر تم نے گناہ ترک نہ کیے تو خدا تم پر ایسے شخص کو مسلط کر دے گا جو تمہارے سپاہیوں کو قتل کرے گا اور سب عورتوں اور بچوں کو قید کر لے گا۔ بخت نصر کے حملے میں حضرت ارمیاء' جو اُس وقت نبی تھے قید ہو کر چلے گئے تھے۔ اُن کی شناخت ہونے کے بعد بخت نصر نے اُن سے سوال کیا آپ کون ہیں؟ آپ نے بتایا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قوم کی طرف بھیجا ہے کہ وہ آنے والی مصیبت سے انہیں ڈرائیں لیکن اُنہوں نے اُسے جھوٹا سمجھ کر قید کر دیا۔ بخت نصر نے کہا یہ قوم کتنی بری ہے جس نے اپنے رب کے بھیجے ہوئے نبی کی نافرمانی کی۔ اس کے بعد ارمیاء علیہ السلام کو چھوڑ دیا اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

دونوں کرداروں میں گہری مماثلت

بخت نصر نے بنی اسرائیل جبکہ چنگیز خان نے مسلم اُمہ کے مذہبی مرکز کو مکمل تباہ کیا۔ بغداد (خلافت کا مرکز) اور وہاں کے کتب خانوں کو تباہ کیا۔ مقدس کتب کا ضیاع تورات کے اصل نسخوں کو جلایا اور مٹایا۔ دنیا کی عظیم ترین اسلامی لائبریری ''بیت الحکمت'' کو دریا میں بہا دیا۔ لاکھوں یہودیوں کا قتل عام کیا اور نسل کشی کی۔ تاریخ کا سب سے بڑا قتل عام کیا' کھوپڑیوں کے مینار بنائے۔ یہودیوں کو غلام بنا کر بابل (عراق) لے گیا۔ مسلمانوں کو قیدی اور لونڈیاں بنا کر منگولیا لے جایا گیا۔ یہودی انبیاء کرام علیہم السلام نے اسے بنی اسرائیل کے گناہوں کی وجہ سے ''خدا کا کوڑا'' قرار دیا۔ چنگیز خان نے خود کو ''خدا کا عذاب'' (Scourge of God) کہا جو مسلمانوں کے گناہوں کی سزا تھا۔

(3) تباہی کے وقت بنی اسرائیل کی حالت

بخت نصر کے حملے کے وقت بنی اسرائیل اللہ کے احکامات کو پس پشت ڈال چکے تھے۔ وہ شرک' بت پرستی' جادو ٹونے اور ناانصافی میں غرق تھے۔ اللہ نے اُن کی اصلاح کے لیے حضرت یرمیاہ (Jeremiah) اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام بھیجے' لیکن اُنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق اُڑایا' انہیں قید کیا اور بعض کو قتل کر دیا۔ وہ مختلف دھڑوں میں بٹے ہوئے تھے لیکن انہیں اپنے ''برگزیدہ اُمت'' ہونے پر اتنا گھمنڈ تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ خدا اپنے گھر (ہیکل سلیمانی) کو کبھی تباہ نہیں ہونے دے گا' چاہے وہ کتنے ہی گناہ کیوں نہ کر لیں۔ جب کسی طبقے کو یہ یقین ہو جائے کہ صرف ایک خاص عقیدے یا گروہ سے وابستگی کی وجہ سے ان کی نجات پکی ہے' تو اُن کے اندر سے ذاتی اور اجتماعی احتساب کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اخلاقی' سماجی اور معاشی برائیوں کو برائیاں ہی نہیں سمجھتے' یا انہیں یہ خوش فہمی ہوتی ہے کہ ان کی ''برگزیدگی'' کی وجہ سے ان کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب بنی اسرائیل (یہودی) اس سوچ کا شکار ہوئے کہ وہ اللہ

کے چنیدہ ہیں اور ''انہیں جہنم کی آگ چند دنوں کے سوا چھو بھی نہیں سکتی'' تو وہ ہر قسم کے زوال کے باوجود خود کو دنیا کی سب سے برتر قوم سمجھتے رہے۔ یہ انکار قوموں کو اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ جب کوئی طبقہ خود کو خطا سے پاک سمجھنے لگے' تو وہ اپنی ہر ناکامی کا ملبہ دوسروں پر ڈال دیتا ہے۔ مذہبی طبقے جب اپنی معاشرتی اور معاشی ذمہ داریاں نبھانے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو چند ظاہری رسومات' فرقہ وارانہ برتری اور سیاسی اقتدار کی ہوس تک محدود ہو جاتے ہیں۔ علم' تحقیق' محنت اور جدید معیشت کو سمجھنے کے بجائے شارٹ کٹ یا محض دعاؤں پر تکیہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔ جب تک مذہبی طبقے برگزیدگی کے اس فرضی خمار سے باہر نکل کر اپنی خامیوں کا اعتراف نہیں کرتے اور ایک عام انسان کی طرح محنت' انصاف اور اخلاق کو اپنا شعار نہیں بناتے' تب تک زوال کی یہ دلدل گہری ہوتی چلی جاتی ہے جو بالآخر قوم کے زوال کا سبب بن جاتی ہے۔

(4) چنگیز خان حملے کے وقت اُمّہ کی حالت

چنگیز خان (Genghis Khan) منگول سلطنت کا بانی تھا جس نے 13ویں صدی عیسوی (1220ء) کی دہائی) میں مسلم دنیا پر قیامت ڈھائی۔ اگرچہ بغداد کو اس کے پوتے ہلاکو خان نے 1258ء میں تباہ کیا' لیکن مسلم سلطنتوں (خصوصاً خوارزم شاہی سلطنت) کی تباہی کی بنیاد خود چنگیز خان نے رکھی۔ منگولوں نے نیشاپور' بخارا' اور سمرقند جیسے مسلم تہذیب کے عظیم مراکز کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا اور کروڑوں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

اُس وقت مسلم دنیا (خلافت عباسیہ اور خوارزم شاہی سلطنت) بری طرح تقسیم تھی۔ مسلم حکمران ایک دوسرے کے خلاف منگولوں سے مدد مانگ رہے تھے۔ سلطنت کے امراء اور عوام دنیاوی عیش و عشرت میں مگن تھے۔ علم و تحقیق کی جگہ بحث و تکرار اور فرقہ واریت نے لے لی تھی۔ خوارزم شاہ کو اپنی لاکھوں کی فوج پر اتنا گھمنڈ تھا کہ اس نے چنگیز خان کے سفیروں کو قتل کر کے خود منگولوں کو حملے کی دعوت دی' یہ سمجھے بغیر کہ وہ کس بلا کو بیدار کر رہا ہے۔ خوارزم شاہ کی طرف سے چنگیز خان کے سفیروں اور تجارتی قافلے کو قتل کروانا (جسے تاریخ میں واقعہ اترار کہا جاتا ہے) محض ایک غلط فہمی نہیں تھی' بلکہ یہ شدید تکبر' سیاسی بدانتظامی اور منگولوں کی طاقت کا غلط اندازہ لگانے کا نتیجہ تھا۔ خوارزم شاہ کا یہ ماننا کہ چنگیز خان کوئی بڑا ردعمل نہیں دے گا۔

خوارزم شاہ اس وقت عالم اسلام کا ایک عظیم بادشاہ مانا جاتا تھا اور اس کی سلطنت موجودہ ایران' وسطی ایشیا اور افغانستان تک پھیلی ہوئی تھی۔ وہ خود کو ''دوسرا سکندر'' کہتا تھا' اس لیے اسے اپنی فوجی طاقت پر حد سے زیادہ ناز تھا۔ خوارزم شاہ اور اس کے گورنر (انالچق) منگولوں کو صرف وحشی اور خانہ بدوش قبائل سمجھتے تھے جن کا کوئی باقاعدہ ریاستی نظم و ضبط نہیں تھا۔ انہیں اندازہ ہی نہیں تھا کہ چنگیز خان چین جیسی بڑی طاقت کو شکست دے چکا ہے۔ خوارزم شاہ کو یہ غلط فہمی بھی تھی کہ چونکہ وہ ایک مسلم سلطنت کا سربراہ ہے' اس لیے غیر مسلم چنگیز خان اس پر حملہ کرنے کی جرات نہیں کرے گا' اور اگر ایسا ہوا بھی تو مسلم دنیا اُس کا ساتھ دے گی۔ چنگیز خان نے ابتدا میں جنگ کے بجائے تجارت اور امن کا پیغام بھیجا تھا' جسے خوارزم شاہ نے منگولوں کی کمزوری سمجھا۔ جب چنگیز خان نے اپنے سفیروں کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے تین مزید سفیر بھیجے کہ مجرم (اترار کے گورنر) کو ہمارے حوالے کیا جائے' تو خوارزم شاہ نے ان سفیروں کو بھی قتل کروا دیا اور کچھ کی داڑھیاں مونڈ کر واپس بھیج دیا۔ یہ منگول ثقافت میں شدید ترین توہین تھی۔ یہ اقدام خوارزم شاہ کی سیاسی بصیرت کی بدترین ناکامی تھا' جس نے چنگیز خان کو اشتعال دلایا اور اس کے نتیجے میں منگولوں نے خوارزم شاہ کی سلطنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور پوری اسلامی دنیا میں وہ تباہی مچائی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

اسی طرح تاریخ کا ایک اور باب بھی دونوں اُمتوں کے لیے یکساں اہمیت کا حامل ہے کہ ان دونوں بڑے عذابوں کے بعد دو عذاب اور تیمور لنگ اور ٹائٹس رومی کی شکل میں دیئے گئے اور ان میں بھی گہری مماثلت ہے۔

چنگیز خان اور بخت نصر (نبوکڈنضر) کی تباہ کاریوں کے بعد' تاریخ نے دیکھا کہ ان کے مفتوحہ علاقوں یا ان کی اپنی اقوام پر بالترتیب تیمور لنگ اور ٹائٹس رومی کی صورت میں دوسرا بڑا عذاب نازل ہوا۔ ٹائٹس رومی (Titus) نے 70ء میں یروشلم کو دوبارہ اسی طرح تباہ کیا جیسے صدیوں پہلے بخت نصر نے کیا تھا۔ دوسری طرف' تیمور لنگ نے چنگیز خان کی طرح مسلم دنیا' خاص طور پر بغداد اور وسطی ایشیا کو دوبارہ اپنے ظلم کا نشانہ بنایا۔ ان دونوں تاریخی عذابوں کے درمیان مماثلت اور اس کے اسباب کو درج ذیل اہم نکات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(1) جغرافیائی اور نسلی مماثلت، یروشلم اور بنی اسرائیل پر عذاب: بخت نصر نے جس ہیکل سلیمانی اور یروشلم کو تباہ کیا تھا' ٹائٹس رومی نے بھی ٹھیک اسی شہر کو دوبارہ مٹی میں ملایا اور یہودیوں کو جلاوطن کیا۔ چنگیز خان نے جن مسلم سلطنتوں (خوارزم' بغداد وغیرہ) کو اجاڑا تھا' تیمور لنگ نے بھی صدیوں بعد انہی علاقوں پر دوبارہ قہر ڈھایا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تیمور خود کو چنگیز خان کی نسل (چغتائی) سے جوڑتا تھا اور اسی کے نقش قدم پر چلا۔

(2) اخلاقی اور سماجی زوال، سرکشی اور عہد شکنی: بخت نصر کے عذاب کے بعد جب بنی اسرائیل کو دوبارہ عروج ملا' تو وہ دوبارہ سرکشی' انبیاء کی تکذیب اور اخلاقی پستی کا شکار ہوئے۔ اسی طرح چنگیز خان کی تباہی کے بعد مسلم دنیا نے سنبھلنے کی کوشش تو کی' لیکن حکمران طبقہ عیش و عشرت' اندرونی خلفشار اور مذہبی دوری میں مبتلا ہو گیا۔ تاریخ کا قانون: دونوں صورتوں میں ''دوسرا عذاب'' تب آیا جب پہلی تباہی کے سبق کو فراموش کر دیا گیا اور معاشرہ دوبارہ اسی ڈگر پر چل پڑا جس نے پہلے عذاب کو دعوت دی تھی۔

(3) بے پناہ خونریزی اور ٹائٹس کی بے رحمی: بخت نصر کی طرح ٹائٹس نے بھی یروشلم کا طویل محاصرہ کیا' شہر میں قحط پیدا کیا اور لاکھوں یہودیوں کو قتل کر کے ان کے ہیکل کو ہمیشہ کے لیے مسمار کر دیا۔ چنگیز خان کی طرح تیمور لنگ بھی جہاں جاتا' قتل عام کرتا اور مقتولین کی کھوپڑیوں کے مینار بناتا تھا۔ بغداد' دمشق اور دہلی میں اس نے چنگیز خان سے بھی بڑی تباہی مچائی۔

(4) الٰہیاتی اور مذہبی نقطہ نظر: قرآنی اور بائبلی پس منظر: اسلامی اور سامی روایات کے مطابق' بنی اسرائیل پر دو بڑے عذابوں کا وعدہ تھا (جیسا کہ سورۃ الاسراء میں ذکر ہے)۔ پہلا عذاب بخت نصر اور دوسرا عذاب ٹائٹس رومی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

مسلم تاریخ دان (جیسے ابن خلدون) تیمور لنگ کے حملوں کو مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد کے خاتمے اور گناہوں کی پاداش میں ایک ''تازیانۂ عبرت'' یا خدائی عذاب قرار دیتے ہیں' بالکل اسی طرح جیسے چنگیز خان کو ''خدا کا قہر'' کہا گیا تھا۔

ان دونوں واقعات میں مماثلت کے اسباب تاریخی تکرار' قوموں کا اخلاقی زوال' اور فاتحین کی یکساں سفاکی ہیں۔ جب کوئی قوم پہلی تباہی کے بعد اپنی اصلاح نہیں کرتی' تو قدرت دوسرے عذاب کے لیے نئے مہرے (جیسے ٹائٹس اور تیمور لنگ) میدان میں لے آتی ہے۔

(5) دینی طبقوں کی اپنی ذمہ داریوں سے غفلت

کسی بھی قوم کے عروج و زوال میں دین اور اہل دین کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی معاشرہ ''روح'' سے خالی ہو جائے تو محض جسم اس کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ دین کا معاملہ بھی یہی ہے کہ جب تک نظریاتی طور پر قوم مضبوط ہوتی ہے تو بڑے بڑے طوفانوں سے ٹکرا جاتی ہے۔ نظریاتی مضبوطی ہی کسی قوم کا استحکام ہوتی ہے۔ لیکن جب نظریاتی طور پر قوم تقسیم ہو جائے تو اس کی طاقت بھی انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ دین ہی وہ واحد قوت ہوتی ہے جو کسی معاشرے کو ترقی کی جانب لے جاتی ہے اور اگر معاشرے میں دین کے مسخ شدہ تصورات پنپنا شروع ہو جائیں تو پھر معاشرے کو زوال سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین معاشرے کے سب طبقوں کے لیے یکساں ہوتے ہیں نہ کسی کی خواہشات' طول امل' اندھی عقیدتیں ان قوانین کو نہیں بدل سکتیں۔ اللہ کے قوانین سب کے لیے اٹل ہیں' اللہ اپنے قوانین نہیں بدلتا بلکہ قوموں کو خود کو بدلنا ہوتا ہے۔ اگر قومیں نہ بدلیں تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین کی زد میں آ کر تباہ و برباد ہو جاتی ہیں۔ ایک جھلک اب ان معاشروں میں مذہبی طبقوں کی دیکھتے ہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ تین طبقے کسی معاشرے کو برباد کرتے ہیں' حکمران' مذہبی طبقہ اور تاجر۔ سو اب مذہبی طبقے کا جائزہ لیتے ہیں۔ مذہبی طبقہ اپنی قوم کا زوال دیکھنے سے کیوں قاصر رہا؟ اس کی چند بنیادی وجوہات تھیں: مسلم اور یہودی دنیا کا مذہبی طبقہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہا کہ ''ہمارا ماضی شاندار تھا' اس لیے ہم ہمیشہ برتر ہیں''۔ جدید علوم اور مغربی ایجادات کو ''کفر'' یا ''بدعت'' قرار دے کر مسترد کیا۔ اس عقیدے پر قائم رہا کہ وہ ''خدا کی چنی ہوئی قوم'' ہیں' اس لیے انہیں دنیاوی علوم یا جدید فوجی و سیاسی نظام سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ زوال کی وجہ سائنسی اور معاشی پسماندگی کے بجائے صرف ''عبادات میں کمی'' کو قرار دیا گیا۔ زوال اور مظالم کو خدا کی طرف سے سزا سمجھ کر صرف توبہ اور مسیح کے انتظار تک محدود رکھا۔ طاقت کا غلط مرکز بادشاہوں اور آمروں کے درباروں سے وابستہ ہو کر اپنی بقا کی جنگ لڑتا رہا' عوام کی فکری تربیت نہیں کی۔ معاشرے کو بیرونی دنیا سے الگ تھلگ رکھنے پر زور دیا تاکہ ان کی مذہبی اجارہ داری قائم رہے۔ دونوں تہذیبوں کے زوال کی مشترکہ وجہ یہ تھی کہ ان کے مذہبی طبقے نے ''مذہب کی روح'' کو چھوڑ کر ''مذہب کی صورت'' (Rituals) کو سب کچھ سمجھ لیا۔ جب دنیا بدل رہی تھی' نئی ٹیکنالوجی آ رہی تھی اور معاشی نظام تبدیل ہو رہے تھے' اس وقت یہ طبقات اس بحث میں مصروف تھے کہ کون سا عقیدہ یا فروعی مسئلہ زیادہ درست ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عملی صلاحیتیں برباد ہو گئیں اور وہ قومیں محکوم بن گئیں۔

ان امتوں پر آنے والے تیسرے عذاب قریبی صدیوں میں آئے۔ ان میں اگرچہ مماثلت کے پہلو کم ہیں مگر عبرت ناک سزاؤں کی مماثلت ضرور نظر آتی ہے۔

ہٹلر کے ہاتھوں یہودیوں کی نسل کشی (Holocaust) اور نادر شاہ کے ہاتھوں دہلی کے ہندوستانی مسلمانوں کا قتل عام 1739ء تاریخ کے دو ایسے بھیانک ابواب ہیں جو اپنے دور کی بدترین تباہی کی داستان بیان کرتے ہیں۔ اگرچہ ان دونوں واقعات کے ادوار، جغرافیائی حالات اور نظریات بالکل مختلف تھے' لیکن ان کے درمیان تباہی کے اسباب اور مظالم کی نوعیت میں کئی گہری مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔ ان دونوں تاریخی سانحات کا تقابلی جائزہ اور تباہی کے اسباب درج ذیل ہیں:

ہٹلر اور نادر شاہ کے حملوں میں مشترکہ مماثلتیں

دونوں واقعات میں مشترکہ مماثلتوں میں پوری آبادی کو اجتماعی سزا دینا جیسا کہ ہٹلر نے کسی فرد کے جرم کے بغیر، صرف یہودی ہونے کی بنیاد پر پوری نسل کو نشانہ بنایا۔ اسی طرح، جب دہلی میں چند مقامی لوگوں نے نادر شاہ کے فوجیوں کو قتل کیا، تو نادر شاہ نے بدلے میں پوری دہلی کی معصوم عوام بشمول خواتین اور بچوں کے قتل عام کا حکم دے دیا۔

ان حملوں میں بے پناہ معاشی لوٹ مار ہوئی۔ نازیوں نے یہودیوں کو کیمپوں میں بھیجنے سے پہلے ان کی جائیدادیں، دکانیں، سونا اور گھر ضبط کیے۔ نادر شاہ کا بھی دہلی پر حملے کا بڑا مقصد دولت سمیٹنا تھا۔ اس نے مغل خزانے سمیت، کوہ نور ہیرا اور تختِ طاؤس لوٹ لیا اور دہلی کو کنگال کر دیا۔

دونوں جرنیلوں کے دلوں میں انسانی جان کی کوئی قیمت نہیں تھی۔ ہٹلر نے گیس چیمبرز کا استعمال کیا، جبکہ نادر شاہ نے دہلی کے چاندنی چوک پر بیٹھ کر اپنی تلوار نیام سے نکال کر تب تک قتل عام جاری رکھنے کا حکم دیا جب تک مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلا نے پیروں میں گر کر رحم کی بھیک نہیں مانگی۔

تباہی اور ناکامی کے اسباب

ان دونوں ہولناک واقعات کے پیچھے چند گہرے اسباب کارفرما تھے: (1) داخلی کمزوری اور سیاسی نااہلی۔ دہلی کے مسلمانوں پر اس تباہی کی سب سے بڑی وجہ مغل سلطنت کا زوال اور نااہلی تھی۔ مغل بادشاہ محمد شاہ رنگیلا عیش و عشرت میں مگن تھا اور سلطنت کے دفاع سے غافل تھا۔ مغل فوج نظم و ضبط کھو چکی تھی، جس کی وجہ سے نادر شاہ کو ہندوستان میں داخل ہونے اور تباہی مچانے کا آسان موقع ملا۔ (2) نسلی اور نظریاتی انتہا پسندی (ہٹلر کے تناظر میں) ہٹلر کی تباہی کا سبب اس کا فاشسٹ نظریہ (نازی ازم) تھا۔ وہ جرمن نسل (آریائی) کو دنیا کی سب سے برتر نسل سمجھتا تھا اور یہودیوں کو جرمنی کی تمام معاشی اور سیاسی مشکلات کا ذمہ دار ٹھہراتا تھا۔ اس اندھے تعصب نے جرمن معاشرے کو اس قتل عام کے لیے تیار کیا۔

(3) پروپیگنڈا اور نفرت انگیز مہم تباہی سے پہلے ہمیشہ زمین تیار کی جاتی ہے۔ ہٹلر نے میڈیا اور ریاستی طاقت کے ذریعے یہودیوں کے خلاف اتنی نفرت پھیلائی کہ عام لوگ بھی اس ظلم پر خاموش رہے۔ اسی طرح نادر شاہ کے حملے کے وقت، مغل دربار کی آپسی سازشوں اور افواہوں نے مغل فوج اور عوام میں ایسا انتشار پھیلایا کہ وہ دفاع کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔

(4) مطلق العنانیت اور بلا روک ٹوک دونوں واقعات میں اقتدار صرف ایک شخص کے ہاتھ میں تھا۔ ہٹلر جرمنی کا ڈکٹیٹر تھا اور نادر شاہ ایران کا مطلق العنان شاہ۔ جب طاقت کا توازن بگڑ جائے اور حکمران کو روکنے والا کوئی ادارہ یا قانون باقی نہ رہے، تو ایسے ہی ہولناک انسانی المیے جنم لیتے ہیں۔

اگرچہ ہٹلر کا ظلم ایک منظم اور نظریاتی نسل کشی تھا جو سالوں پر محیط رہا، اور نادر شاہ کا حملہ ایک سیاسی اور معاشی جارحیت تھی دونوں کرداروں نے چند دنوں میں تباہی مچا دی۔ لیکن دونوں کا انجام ایک جیسا تھا لاکھوں بے گناہ انسانوں کی موت، تہذیبوں کی بربادی، اور تاریخ کے صفحات پر ان حکمرانوں کا نام ہمیشہ کے لیے بطور ظالم درج ہو جانا۔

تاریخ کا یہ موازنہ ظاہر کرتا ہے کہ جب بھی کوئی اُمت (چاہے وہ بنی اسرائیل ہو یا مسلم اُمہ) اپنے عروج پر پہنچ کر اخلاقی' مذہبی اور سیاسی زوال کا شکار ہوتی ہے' تو قدرت بخت نصر یا چنگیز خان' تیمور لنگ' ٹائٹس رومی' ہٹلر اور نادر شاہ جیسے ظالموں کو اُن پر مسلط کر دیتی ہے۔ دونوں اُمتوں کے لیے یہ کردار محض بیرونی حملہ آور نہیں تھے' بلکہ ان کے اپنے اعمال کا عبرتناک نتیجہ تھے۔ ❁❁❁

اخبارِ اسلام

غزہ: اصل صورتِ حال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- غزہ کی پٹی میں اسرائیلی محاصرے، غذائی اشیا اور ایندھن کی رسد پر پابندیوں اور انسانی امداد میں کمی کے باعث آٹے، گوشت، سبزیوں اور پھلوں کی شدید قلت کے نتیجے میں درجنوں تندور اور ہوٹل بند ہو چکے ہیں، قحط کا خطرہ پھر بڑھ گیا ہے۔ ماہر معاشیات احمد ابوقمر کے مطابق غزہ میں روزانہ تقریباً 200 امدادی و تجارتی ٹرک داخل ہو رہے ہیں، جب کہ ضرورت 800 سے زائد ٹرکوں کی ہے۔ بے روزگاری کی شرح 80 فیصد اور غربت کی شرح تقریباً 90 فیصد تک پہنچ چکی ہے، جب کہ 95 فیصد خاندان امداد پر انحصار کر رہے ہیں۔ حماس نے خوراک کو شہریوں کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی مذمت کرتے ہوئے عرب و اسلامی ممالک سے محاصرہ ختم کرانے اور امدادی رسد کی بحالی کے لیے فوری اقدامات کا مطالبہ کیا ہے۔ غزہ کی وزارتِ صحت کے مطابق جنگ بندی کے بعد سے 22 اکتوبر 2026ء تک 1538 فلسطینی شہید اور 5498 زخمی ہو چکے ہیں۔ 7 اکتوبر 2023ء سے جاری اسرائیلی جارحیت میں مجموعی طور پر 74498 فلسطینی شہید اور 175616 زخمی ہو چکے ہیں۔
- غزہ کی پٹی میں اقوام متحدہ کی امدادی ایجنسی برائے فلسطینی مہاجرین (انروا) کی عرب ایمپلائز یونین نے ملازمین کی برطرفیوں، خدمات میں کٹوتیوں اور بعض پروگراموں کی نجکاری کے خلاف 27 اکتوبر سے 10 روزہ انتظامی سول نافرمانی کا اعلان کیا ہے۔
- اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں غزہ میں ہزاروں بچے تعلیم سے محروم اور تعلیمی ادارے تباہ ہو چکے ہیں، تباہ شدہ عمارتوں اور نامساعد حالات کے باوجود بچے اپنی ادھوری تعلیم مکمل کرنے اور مستقبل سنوارنے کے لیے پرعزم ہیں۔ ایک فلسطینی ماں اور اس کی پانچ بیٹیوں نے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔
- فلسطینی کمیشن برائے مزاحمتِ دیوار و آبادکاری نے زیتون کی کٹائی کے موسم کے دوران مغربی کنارے کی الخلیل، رام اللہ والبیرہ، نابلس اور جنین گورنریوں میں فلسطینی کسانوں اور ان کی زمینوں پر اسرائیلی فوج اور یہودی آبادکاروں کے 13 حملے ریکارڈ کیے ہیں۔ کمیشن نے عالمی برادری سے مطالبہ کیا ہے کہ فلسطینی کسانوں کو تحفظ فراہم کیا جائے اور ان کی املاک کو نقصان پہنچانے والوں کا محاسبہ کیا جائے۔
- اسرائیلی جیل کے زیرِ زمین سیکشن 'رکیبت' میں فلسطینی قیدیوں کو مبینہ تشدد، تذلیل اور مذہبی پابندیوں کا سامنا ہے۔ فلسطینی قیدیوں سے نماز اور اذان کا حق بھی چھین لیا گیا ہے۔ حماس نے کہا ہے کہ فلسطینی عوام کے حقوق اور آزادی کی جدوجہد کو طاقت کے ذریعے ختم نہیں کیا جا سکتا۔
- اسرائیلی وزیرِ اعظم بنیامین نیتن یاہو اور فوج کے چیف آف اسٹاف ایال ضمیر کے درمیان ایران سے متعلق ممکنہ فوجی کارروائی پر اختلافات کی اطلاعات کے بعد اسرائیلی اپوزیشن نے نیتن یاہو کے خلاف تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ دوسری طرف معروف صہیونی ارب پتی رونالڈ لاؤڈر نے نیتن یاہو پر فردِ واحد کی حکمرانی مسلط کرنے اور ریاستی مفادات پر ذاتی سیاسی مفادات کو ترجیح دینے کا الزام عائد کیا ہے اور اسرائیل کو 'بنانا ریپبلک' کے قریب قرار دیا اور خبردار کیا کہ جمہوری اداروں کی کمزوری اور اختیارات کا ارتکاز ریاست کے مستقبل کے لیے خطرہ ہے۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **پاکستان، سعودی عرب، ترکیہ اور ایران: علاقائی امن کے لیے سفارتی رابطے:** تہران میں ہونے والے چار ملکی اجلاس میں علاقائی امن و سلامتی کے فروغ اور باہمی تعاون مضبوط بنانے کے لیے پاکستان، سعودی عرب، ترکیہ اور ایران نے مذاکرات جاری رکھنے پر اتفاق کیا ہے۔ پاکستان کی نمائندگی فیلڈ مارشل سیّد عاصم منیر، سعودی عرب کی وزیرِ دفاع شہزادہ خالد بن سلمان اور ترکیہ کی طرف سے انٹیلی جنس سربراہ ابراہیم قالن نے کی، جبکہ ایرانی صدر مسعود پزشکیان اور وزیرِ خارجہ عباس عراقچی بھی شریک ہوئے۔ ریاض میں ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کی زیرِ صدارت کابینہ اجلاس میں ایران میں ہونے والے مذاکرات کا جائزہ لیا گیا اور اہم فیصلے کیے گئے۔ اس سے قبل پاکستان، ترکیہ، سعودی عرب اور مصر پر مشتمل آرفور گروپ کے وزرائے خارجہ نے استنبول میں اپنے چھٹے اجلاس کے دوران سعودی عرب پر حوثی حملوں کی مذمت کرتے ہوئے مملکت کی خودمختاری اور علاقائی سالمیت کی حمایت کا اعادہ کیا۔
- **ایران: لانا نصیبہ کی اقوام متحدہ کی سیکرٹری جنرل کے منصب کے لیے نامزدگی پر تنقید:** اسپیکر پارلیمنٹ محمد باقر قالیباف نے متحدہ عرب امارات کی سفارت کار لانا نصیبہ کی اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے منصب کے لیے نامزدگی پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اسرائیل کے مفادات اور گریٹر اسرائیل کے منصوبے کو سفارتی تحفظ فراہم کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ادھر ایرانی وزارتِ خارجہ نے واضح کیا ہے کہ تہران نے مذاکرات کا راستہ کبھی ترک نہیں کیا، تاہم امریکا پر اعتماد کا فقدان برقرار ہے جبکہ امریکی جریدے بلومبرگ کی رپورٹ کے مطابق واشنگٹن ایران کے خلاف نئی فوجی کارروائیوں کی تیاری کر رہا ہے اور امریکی صدر ڈونلڈ ٹرمپ اسرائیل اور امریکا کے انتخابات کے بعد بڑے حملوں کا حکم دے سکتے ہیں۔
- **سعودی عرب اور یمن: حوثی حملے، دفاعی اقدامات اور علاقائی ردِعمل:** اسلامی تعاون تنظیم (او آئی سی) کے سیکرٹری جنرل اسماعیل بن شیخ احمد نے سعودی عرب کے مقدس مقامات اور دیگر شہروں پر حوثیوں کے مبینہ حملوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے مسلم دنیا پر زور دیا ہے کہ وہ ان کارروائیوں کے خلاف مضبوط اور ذمہ دارانہ موقف اختیار کرے۔ دارالحکومت میں ولی عہد کی زیرِ صدارت ہوئے اجلاس میں حوثیوں کی جانب سے باب المندب اور ایران کی جانب سے آبنائے ہرمز کی بندش کے بعد پیدا ہونے والی مشکلات کے باعث خام تیل کی پیداوار اور ترسیل کے لیے نئے انتظامات اور امکانات پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا۔ حوثی فوجی ترجمان نے مکہ اور مدینہ کو نشانہ بنانے کی تردید کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ کارروائیوں کا ہدف سعودی تیل تنصیبات اور فوجی اڈے تھے۔ دوسری جانب سعودی قیادت میں اتحادی فوج نے یمن میں حوثیوں کے میزائل ذخیرہ کرنے والی پانچ تنصیبات اور میزائل داغنے کے چار پلیٹ فارم تباہ کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔
- **عمان: سلطان ہیثم کا سرکاری دورہ برطانیہ:** سلطان ہیثم بن طارق 44 سال بعد برطانیہ کے پہلے سرکاری ریاستی دورے پر لندن پہنچے تو شاہ چارلس نے اُن کا استقبال کیا۔ برطانوی بادشاہ نے دورانِ خطاب صحیح مسلم کی ایک حدیث عربی زبان میں پڑھی اور عمانی عوام کے اچھے کردار کی تعریف کی اور آبنائے ہرمز کو کھلوانے اور مشرقِ وسطیٰ میں امن کے قیام کے لیے عمان کی سفارتی کوششوں کو سراہا۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

forward with a clear head and a quiet heart.

Living with it Daily without Exhaustion

Accountability can feel heavy if we only think of it on *Yawm al-Qiyamah*. The Holy Prophet's (peace be upon him) way was to make it light, daily and healing. The Sahaba (RA) practiced *Muhasaba* (self-reflection) not as self-torture, but as self-care.

Try this: before sleep, take two minutes and reflect. You don't need to write a journal specifically; just be honest with Allah. That small pause keeps guilt form piling up and turning into despair. When you feel the weight, use the *Dhikr* that the Holy Prophet (peace be upon him) taught: *HasbunAllahu wa ni'mal wakeel* – "Allah (swt) is sufficient for us, and He is the Best Disposer of affairs." *(Bukhari, 4563)* It resets the heart, reminding that accountability isn't about perfection. It's about direction, and about returning to the One who forgives.

Don't wait for Ramadan to make *Taubah*. Don't wait for the big sin to ask for forgiveness. The one who seeks Allah's pardon early walks lighter.

Fear That Leads to Hope

Does accountability sound like a threat to you? But Allah didn't reveal the Day of *Hisab* to crush us; He revealed it to guide us. On one hand, where Quran warns of the weight of an atom's evil also declares: "Say: O My servants who have transgressed against themselves, do not despair the mercy of Allah. Indeed, Allah forgives all sins." *(Az-Zumar:53)*

Accountability in Islam is not meant to paralyze; it's meant to redirect. To make us pause, check, correct, and return. And the moment we return, sincerely, the record changes. So live with accountability in mind, not as a shadow over your head, but as a lamp on your path. The One you'll stand before is *Ar-Rahman, Ar-Raheem*. And He loves those who keep coming back!

About the author: *The writer is a published author, former teacher and a freelance contributor. She writes on faith, resilience, and finding meaning in everyday struggle.*

امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کی زیر قیادت تنظیم اسلامی کے ایک وفد کی وفاقی وزیر تعلیم سے ملاقات

19 اکتوبر 2026ء کو امیر محترم کی زیر قیادت تنظیم اسلامی کے ایک وفد نے کراچی میں وفاقی وزیر تعلیم ڈاکٹر خالد مقبول صدیقی صاحب سے ملاقات کی۔ ملاقات میں یکساں قومی نصاب، صوبہ سندھ کے تعلیمی اداروں میں ترجمہ قرآن کے مضمون کے اجراء، قرآن حکیم کے وہ نسخے جو (معاذ اللہ!) ناپاک حالت میں تحقیقاتی اداروں کے پاس موجود ہیں، اُن کو شرعی تعلیمات کی روشنی میں جلد از جلد غسل دے کر دفنانا اور قیام پاکستان کے مقصد جیسے موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ امیر محترم نے بتایا کہ یکساں نصاب تعلیم کے حوالے سے یہ بات یقیناً وفاقی وزیر تعلیم کے علم میں ہوگی کہ سندھ حکومت اس پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اُنہوں نے مشورہ دیا کہ آئندہ کسی آئینی ترمیم کا معاملہ ہو تو تعلیم کو صوبوں کی بجائے وفاق کا معاملہ بنا دیا جائے۔ اس صورت میں تمام صوبے اُس کی پیروی کرنے کے پابند ہو جائیں گے۔ اس بات پر وفاقی وزیر تعلیم نے کوئی مثبت ردعمل نہیں دیا اور "سندھ والے نہیں مانتے" کا عذر پیش کیا۔ اس پر امیر محترم نے فرمایا کہ جن کے تعلقات ہوتے ہیں وہ کام کروا ہی لیتے ہیں۔ ترجمہ قرآن کے مضمون کو صوبہ سندھ میں جاری کرنے کے حوالے سے بھی وفاقی وزیر تعلیم نے کہا کہ یہ صوبہ سندھ کا معاملہ ہے اُنہوں نے ہی طے کرنا ہے۔ قرآن حکیم کے وہ نسخے جن کی (معاذ اللہ!) بے حرمتی کی گئی اور اب بھی تحقیقاتی اداروں کے پاس موجود ہیں، اُن کو شرعی تعلیمات کے مطابق غسل دے کر دفنانے کے معاملے پر وفاقی وزیر تعلیم نے کہا کہ آپ اپنی تجاویز تحریری طور پر دے دیں تو پھر اُس کی روشنی میں دیکھ لیا جائے گا کہ وزیر قانون نے اس پر کوئی قدم اُٹھانا ہے یا آرڈیننس کے ذریعے اس کا کوئی حل نکالا جا سکتا ہے۔ آخری نکتہ یعنی قیام پاکستان کے مقصد کے حوالے سے امیر محترم نے بتایا کہ وفاقی وزیر تعلیم کی طرح وہ بھی مہاجر ہیں۔ اصل سوال یہ ہے کہ ہم مہاجر کیوں ہوئے؟ امیر محترم نے مزید فرمایا کہ ہمارے باپ دادا تو اسلامی انقلاب کے لیے ہی پاکستان آئے تھے۔ آخر میں وفاقی وزیر تعلیم کو بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی کتابوں "قرآن حکیم اور ہم" اور "رسول اکرم ﷺ اور ہم"، "سابقہ اور موجودہ مسلمان اُمتوں کا ماضی، حال اور مستقبل" اور "اسلام اور پاکستان" پر مشتمل گفٹ پیک دیا گیا۔ وفاقی وزیر تعلیم سے ملاقات کرنے والے تنظیم اسلامی پاکستان کے وفد میں امیر تنظیم اسلامی کے علاوہ نائبین ناظم اعلیٰ عارف جمال فیاضی اور محترم انجینئر سید نعمان اختر، امیر حلقہ کراچی شمالی محترم ڈاکٹر محمد صدیق اور مقامی امیر محترم فیصل انوار شامل تھے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ حلقہ پنجاب جنوبی، ملتان شہر کے ملتزم رفیق محترم اقبال حسین وفات پا گئے۔

برائے تعزیت: 0305-7895385

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

The Inevitability of Accountability

By Sana Shoaib

We all have that one conversation we keep pushing back – the one that makes our stomachs tighten. For Muslims, it's the conversation about standing alone on *Yawm al-Hisab*, the Day of Accountability, with our book of deeds in hand. We talk about mercy, about Paradise, about Allah's love – and rightly so. But we rarely sit with the reality that nothing, not even an atom's weight of what we did, will escape notice.

In a world that teaches us to delete and move on, Islam reminds us that nothing is ever truly deleted. But here's the mercy in that: the accountability isn't just a threat. It's an invitation to live awake; living a conscious life – often referred to as *Taqwa* (God-consciousness) – is the foundation of faith. It means moving through your day with deliberate intention, recognizing the purpose behind your actions, and maintaining a constant awareness that the Creator is always watching.

What Accountability Means in Islam?

Accountability in Islam is not just about the big, obvious sins. It's also about the small, daily choices – the words said in anger, the kindness withheld, the time wasted. Allah tells us plainly: "So whoever does an atom's weight of good will see it, and whoever does an atom's weight of evil will see it." *(Az-Zalzalah:7-8)*. Nothing is too small to not matter.

But *'Hisab'* isn't only vertical, between us and Allah. It stretches horizontally too – to the people we live with, work with, interact with. The Holy Prophet (peace be upon him) said: "The wise one is he who takes account of himself and works for what comes after death." *(Tirmidhi, 2459)*. That means self-checking; pausing and asking oneself: What did I do today? Where did I fall short? However, this must be clarified this living with accountability doesn't mean living in fear; it means living with direction. When we embrace responsibility, we unlock a deep sense of clarity and internal peace. The dread of judgment is replaced with the joy of intentional living.

It's quite likely to forget accountability in a world that promises escape. Deleting messages, clearing the browser history, turning off our location; we assume living with anonymity equals safety, as if 'no one saw' means 'it didn't happen.' Social media 'approves' this – we curate, we hide, we reinvent. But Islam pulls the curtain back: "And every person's deeds We have fastened to his own neck." *(Al-Isra:13)*

The Sahaba (RA) didn't need apps or reminders to remember accountability; they lived with it daily. The Holy Prophet (peace be upon him) said: "Each of you is a guardian and is responsible for his charges. The ruler is a guardian and is responsible for his subjects. A man is a guardian of his family and is responsible for them. A woman is a guardian of her husband's home and is responsible for it. Surely, every one of you is a guardian and is responsible for his charges." *(Bukhari, 7138)*

Self-checking clears the heart; when you regularly ask yourself, 'Where did I slip?', guilt doesn't pile up into despair. You make an effort to correct yourself on daily basis. You make *Taubah* (repentance) before the weight becomes unbearable. Living with accountability doesn't darken life. It actually lightens it, because you're no longer running from the truth. When you stop making excuses, you stop carrying the heavy weight of pretension. Accountability turns problems into simple tasks to be solved, rather than monsters to be avoided. By owning your actions, you reclaim the power to change your direction. You no longer have to look over your shoulder or keep track of stories; you just walk

چمکدار صفائی
گہرائی تک اثر



شاندار صفائی، اُجلی دھلائی

کم مقدار، زیادہ صفائی

منفرد اور دیرپا خوشبو

رنگوں کی حفاظت

کپڑوں کی حفاظت

جلد کی حفاظت

DELIVERY ALL OVER PAKISTAN

میرا با اعتماد انتخاب



شاندار صفائی

کم پیسے، زیادہ دھلائی

بھرپور جھاگ، داغوں کا صفایا

مہکتی خوشبو

JR Industries:
Shah House, Plot # A89-91, Dhani Bux,
Sector 51-A, Scheme 33, Karachi Pakistan

For Online Order
0304 706 1265
jri.com.pk

Vol: 35 Regd. No. C.P.L NO.114 No. 42

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL cough syrup

Acefylline piperazine 45mg + diphenhydramine HCl 8mg

PAKISTAN'S MOST PRESCRIBED COUGH SYRUPS





Nabiqasim Industries (Pvt.) Ltd.
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road,
Karachi - 74200

+92 21 - 111 742 762
+92 21 - 2636313

info@nabiqasim.com
www.nabiqasim.com

Health our Devotion